قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

بدھ 13 اپریل 2022ء | 11 رمضان 1443 ہجری قمری | 13 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:89

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنۡزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیۡلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنۡیَا حِیۡنَ یَبۡقٰی ثُلُثُ اللَّیۡلِ الۡاٰخِرُ یَقُوۡلُ مَنۡ یَّدۡعُوۡنِیۡ فَاَسۡتَجِیۡبَ لَہٗ مَنۡ یَّسۡاَلُنِیۡ فَاُعۡطِیَہٗ مَنۡ یَّسۡتَغۡفِرُنِیۡ فَاَغۡفِرَ لَہٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار جو بہت برکت والا اور عالی شان ہے ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

(صحیح بخاری کتاب التہجد باب الدعاء و الصلاۃ من اٰخر اللیل حدیث 1145)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

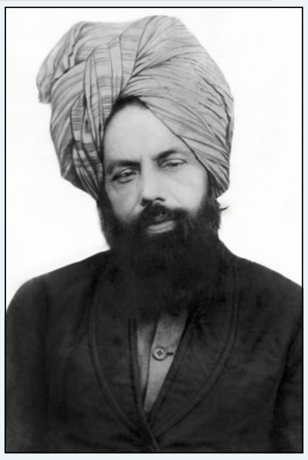

مجیب اور بولنے والا خدا صرف اسلام پیش کرتا ہے

دنیا میں جس قدر قومیں ہیں۔ کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سنتا ہو۔ کیا ایک ہندو ایک پتھر کے سامنے بیٹھ کر یا درخت کے آگے کھڑا ہو کر یا بیل کے رُوبرو ہاتھ جوڑ کر کہہ سکتا ہے کہ میرا خدا ایسا ہے کہ میں اس سے دعا کروں تو یہ مجھے جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ میں نے یسوع کو خدا مانا ہے۔ وہ میری دعا کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ جس نے کہا

اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المؤمن: 61)

تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا اور یہ بالکل سچی بات ہے۔ کوئی ہو جو ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو۔ وہ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے۔ آخر اس کی دعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جاوے گا۔

قرآن شریف میں ایک مقام پر ان لوگوں کے لیے جو گوسالہ پرستی کرتے ہیں اور گوسالہ کو خدا بناتے ہیں آیا ہے

اَلَّا یَرۡجِعُ اِلَیۡہِمۡ قَوۡلًا (طٰہٰ: 90)

کہ وہ اُن کی بات کا کوئی جواب اُن کو نہیں دیتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو خدا بولتے نہیں ہیں وہ گوسالہ ہی ہیں۔ ہم نے عیسائیوں سے بارہا پوچھا ہے کہ اگر تمہارا خدا ایسا ہی ہے جو دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کے جواب دیتا ہے تو بتاؤ وہ کس سے بولتا ہے؟ تم جو یسوع کو خدا کہتے ہو پھر اس کو بلا کر دکھاؤ۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سارے عیسائی اکٹھے ہو کر بھی یسوع کو پکاریں۔ وہ یقیناً کوئی جواب نہ دے گا، کیونکہ وہ مر گیا۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 201 ایڈیشن 1984ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ

(المومن: 61)

ترجمہ: اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر دعا کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’ایک بچہ جب بھوک سے بیتاب ہو کر دودھ کے لئے چلّاتا اور چیختا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مار کر آجاتا ہے۔ بچہ دعا کا نام بھی نہیں جانتا لیکن اُس کی چیخیں دودھ کو کیونکر کھینچ لاتی ہیں؟‘‘۔ فرمایا کہ ’’بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ مائیں دودھ کو محسوس بھی نہیں کرتیں مگر بچہ کی چلّاہٹ ہے کہ دودھ کو کھینچے لاتی ہے‘‘۔ آپ فرماتے ہیں ’’تو کیا ہماری چیخیں جب اللہ تعالیٰ کے حضور ہوں تو وہ کچھ بھی نہیں کھینچ کر لاسکتیں؟ آتا ہے اور سب کچھ آتا ہے۔ مگر آنکھوں کے اندھے جو فاضل اور فلاسفر بنے بیٹھے ہیں وہ دیکھ نہیں سکتے‘‘۔ آپ نے فرمایا کہ ’’بچے کو جو مناسبت ماں سے ہے اس تعلق اور رشتے کو انسان اپنے ذہن میں رکھ کر اگر دعا کی فلاسفی پر غور کرے تو وہ بہت آسان اور سہل معلوم ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 129 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ کا ہم احمدیوں پر بڑا فضل ہے کہ ہمارے اکثر چھوٹے بڑے اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اگر بیتاب ہو کر، گڑگڑا کر عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا جائے اور اس سے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور بعض دفعہ دعا کی قبولیت کے ایسے واقعات ہوتے ہیں جو غیروں کو بھی حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسی ناامیدی کی کیفیت ہو جاتی ہے اور کس طرح ہر طرف سے ناامید ہو جاتے ہیں اس وقت جب ہم اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے تو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا جو ہمارے ایمانوں میں مضبوطی کا باعث بنا۔ میں اس وقت بعض ایسے واقعات پیش کروں گا جو مختلف رپورٹس میں آتے ہیں۔ ناظر دعوت الی اللہ قادیان لکھتے ہیں کہ ضلع ہوشیارپور کے امیر نے بتایا کہ چند سال قبل ان کے گاؤں کھیڑا اچھروال میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے گاؤں والے بہت پریشان تھے حتی کہ کنوئیں کا پانی بھی نچلی حد تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں کی ہندو اکثریت نے وہاں کے معلم کو دعا کرنے کو کہا۔ مشرقی پنجاب میں معلم کو، مولوی کو ’میاں جی‘ کہتے ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ احمدی معلم کو دعا کے لئے کہیں گے تو ضرور بارش ہو گی۔ بہرحال ہمارے معلم نے پہلے تو ان کو اسلامی دعا کے آداب بتائے اور اللہ تعالیٰ کی صفات بتائیں۔ پھر

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

شاد ہیں امت کے دل، پھر آمدِ رمضان ہے (منظوم)

رمضان اور قرآن لازم و ملزوم ہیں

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

رمضان اور شیرازہ بندیٔ امت

تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا وصف شعر و سخن

دربارِ خلافت

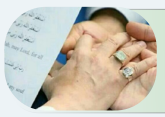

’’زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں‘‘ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی کی وجہ سے اپنی حدوں کو پھلانگ رہے ہیں، اُن کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی منادی کرنے والے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اُس بندے سے ہے جس کی اللہ تعالیٰ پرواہ کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عابد کی پرواہ کرتا ہے اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑا عابد کوئی نہیں۔ ماضی میں بھی ہم دشمنوں کا انجام دیکھتے آئے اور آجکل بھی دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں کہ ان مغلّظات بکنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے طریقے سے پکڑا جو یقیناً بہت سوں کے لئے عبرت کا باعث بنا یا عبرت کا باعث بننے والا تھا اور ہے۔ پاکستان میں بھی دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں۔ مَیں بوجوہ بعض جگہوں کے نام تو نہیں لیتا جہاں ایسے واقعات ہوئے ہیں جہاں ان دریدہ دہنی کرنے والوں کو، بیہودگیاں کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے پکڑا۔ یہ دریدہ دہنی کرنے والے کئی قسم کے ہیں۔ جو بڑے نیک، پارسا تھے۔ ان کو کسی نہ کسی گھناؤنے الزام میں، نہ صرف الزام میں بلکہ جرم میں اُن کے اپنے لوگوں نے جو اُنہیں بہت بڑا بزرگ سمجھتے تھے، ذلیل کرکے اپنے علاقے سے نکلوایا یا نکال دیا۔ یا پھر یہ بھی ایسے لوگوں کے ساتھ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اَور رنگ میں ان کی ذلت کے نظارے دکھا کر جہاں اُن کے حامیوں کو شرمندہ کیا، وہاں احمدیوں کے ایمان کو بھی مضبوط کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ان الزام تراشیاں کرنے والوں نے بعض ایسی ایسی ذلیل حرکات کی ہیں کہ بعض لوگ مجھے واقعات لکھتے ہیں اور بعض دفعہ اخباروں میں بھی آجاتی ہیں کہ ان کا تو میں یہاں بیان بھی نہیں کرسکتا۔ کس قسم کی گھٹیا سوچیں ہیں۔ کس قسم کے گھٹیا ان کے عمل ہیں اور دشمنی ہے زمانے کے امام کے ساتھ۔ عوام کی اکثریت یا تو بے حس ہے، (پاکستان کی میں بات کر رہا ہوں) یا خوفزدہ ہے۔ اسی طرح ہندوستان کے بعض علاقوں میں بھی ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر پھر بھی یہ لوگ سبق حاصل نہیں کرتے کہ ان نام نہاد اسلام کا درد رکھنے والوں کی جو ذلت ہو رہی ہے یا ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی دشمنی کی وجہ سے ہے اور غور کریں تو یہی چیز ان کے لئے عبرت کا نشان بن جاتی ہے۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں جیسا کہ مَیں نے کہا افریقہ میں بھی بعض دفعہ دشمنیاں ہیں لیکن مسلمان اپنے علماء کی جب یہ گھٹیا حالت دیکھتے ہیں تو پھر یہ احمدیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ افریقہ میں بہت سے علاقوں میں تو احمدیت پھیلی بھی اس وجہ سے ہے۔ اپنے علماء کی حالت دیکھ کر انہوں نے صحیح دین کو پہچانا ہے۔ ان میں یہ جرأت ہے کہ اپنے ان نام نہاد علماء کی حرکتوں سے سبق حاصل کریں اور حق کی تلاش کریں۔ بہرحال مَیں احمدیوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مخالفینِ احمدیت کی حرکتوں اور کمینگیوں سے پریشان نہ ہوں۔ گزشتہ دنوں مجھے کسی احمدی نے پاکستان سے لکھا کہ ہمارے علاقے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کا زور اس قدر ہے اور اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ دشمن ہر اوچھی حرکت کرنے پر تلا بیٹھا ہے۔ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر بگاڑ کر یا تصویر کے ساتھ بڑا توہین آمیز سلوک کرکے ہمارے دلوں کو چھلنی کر رہے ہیں۔ یہ جہالت جو ہم دیکھتے ہیں تو اب برداشت نہیں ہوتا۔ لگتا ہے کہ دل پھٹ جائے گا۔ اتنے غلیظ پوسٹر دیواروں پر لگا رہے ہیں کہ بعض غیراز جماعت جو شرفاء ہیں اُن کی دیواروں پر جو پوسٹر لگے ہوئے تھے، انہوں نے بھی وہ اتار دیئے کہ اب یہ انتہا ہو رہی ہے۔ تو یہ لکھتے ہیں کہ یہ دیکھ کر بے ساختہ روتے ہوئے چیخیں نکل جاتی ہیں۔ میں نے اُن کو بھی لکھا ہے کہ صبر اور دعا سے کام لیں۔ ہمیں دشمن کے شور وفغاں میں بڑھنے، بیہودگیوں میں بڑھنے کے بعد یارِ نہاں میں نہاں ہونے کا سبق ملا ہے۔ پس ہمیں اس سبق کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور دعاؤں میں پہلے سے بڑھ کر کوشش کرنی چاہئے۔ یہ خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھا کر اُس میں فنا ہونے کا سبق ہے۔ ایسے لوگ اپنی موت کو خود دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کی اہانت کرنے والے ہمیشہ ہی تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ یہ لوگ بھی اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو جس طرح لیکھو پر دعا کی تلوار چلی تھی، ان پر بھی اللہ تعالیٰ کے اِذن سے چلے گی۔ پس اپنے دکھ، اپنے درد، اپنی چیخیں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شریروں کو عبرت کا نشان بنائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مجلس میں جو 19/ اپریل 1904ء کی ہے فرمایا کہ:

’’مَیں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا۔ فرمایا میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے؟ اتنے میں میری نظر اُس دعا پر پڑی جو ایک سال ہوا بیت الدعا پر لکھی ہوئی ہے۔ اور وہ دعا یہ ہے۔ يَارَبِّ فَاسْمَعْ دُعَآئِيْ وَمَزِّقْ اَعْدَآئَكَ وَاَعْدَآئِيْ وَاَنْجِزْ وَعْدَكَ وَانْصُرْ عَبْدَكَ وَاَرِنَا اَيَّامَكَ وَشَهِّرْ لَنَا حُسَامَكَ وَلَا تَذَرْ مِنَ الْكَافِرِيْنَ شَرِيْرًا۔‘‘

یعنی ’’اے میرے رب! تُو میری دعا سن اور اپنے دشمنوں اور میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اپنا وعدہ پورا فرما اور اپنے بندے کی مدد فرما اور ہمیں اپنے دن دکھا۔ اور ہمارے لئے اپنی تلوار سونت لے اور انکار کرنے والوں میں سے کسی شریر کو باقی نہ رکھ۔‘‘

انکار کرنے والے بہت سارے ہوتے ہیں لیکن بعض انکار کرنے والے شریر ہوتے ہیں جو اپنی شرارتوں میں انتہا کو پہنچے ہوتے ہیں۔ پس یہ دعا اُن کے لئے ہے۔ فرمایا کہ:

’’اس دعا کو دیکھنے اور اس الہام کے ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ میری دعا کی قبولیت کا وقت ہے‘‘۔ پھر فرمایا ’’ہمیشہ سے سنت اللہ اسی طرح پر چلی آتی ہے کہ اُس کے ماموروں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں اُن کو ہٹا دیا کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دن ہیں۔ ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین بڑھتا ہے کہ وہ کس طرح اُن امور کو ظاہر کر رہا ہے۔‘‘

(تذکرہ صفحہ 426-427 مع حاشیہ 2004ء)

(خطبہ جمعہ 15/ مارچ 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

شاد ہیں امت کے دل، پھر آمدِ رمضان ہے

شاد ہیں امت کے دل، پھر آمدِ رمضان ہے
رحمتوں اور بخششوں کا ہو گیا سامان ہے

برکتیں آو سمیٹیں شکر ہم کرتے چلیں
اس مبارک ماہ میں نازل ہوا قرآن ہے

حکمِ رب العالمیں کیسے بجا لائیں نہ ہم
فرض روزہ کر دیا اسکا یہی فرمان ہے

محض روزہ ہی نہیں، ہو جھوٹ سے بھی اجتناب
نیکیوں کے واسطے دیکھو کھلا میدان ہے

عمر بھر کی لغزشوں کو بخشوانے کے لئے
عاصیوں کے واسطے اک تحفہ ذیشان ہے

کاسہ دل رحمتوں سے اے خدا! بھر دے مرا
تیرے سب ناموں میں دوجا نام اک رحمان ہے

جنت الفردوس کے کھولے گئے ہیں در سبھی
شکر کہ زندان میں جکڑا ہوا شیطان ہے

منصورہ فضل من۔ قادیان

اداریہ

رمضان اور قرآن لازم و ملزوم ہیں

رمضان اور قرآن لازم و ملزوم ہیں۔قرآن کے نزول کا آغاز 24 رمضان کو ہوا۔ کہتے ہیں کہ قرآن کریم رمضان میں نازل ہوا یا رمضان کے بارے میں نازل ہوا۔حضرت جبرائیلؑ رمضان میں نازل ہو کر آنحضرت ﷺ کے سامنے قرآن کا دور مکمل کیا کرتے تھے۔ آنحضورؐ خود بھی کثرت کے ساتھ رمضان میں تلاوت فرماتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی کثرت کے ساتھ رمضان میں تلاوت کرنے کی ہدایت فرماتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ قبل ”ہماری تعلیم“ کے مطالعہ کی طرف احباب کو توجہ دلائی۔ ہماری تعلیم میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کی تلاوت اور اس میں بیان تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہاں قرآن کریم کے بارے ہماری تعلیم درج ہے تا رمضان میں کثرت سے تلاوت کر کے ثواب حاصل کریں۔

حضورؑ فرماتے ہیں:

”تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ اور جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے۔ ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

”آسمان کے نیچے نہ اس (محمدؐ) کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 14)

”جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس! ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

”قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانے والا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلی بھی پکڑ سکتی ہے۔ اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور روحانیت ان میں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا۔ مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سماء کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلّی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو۔ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم میں بیان تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے اور رمضان میں قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کر کے ثواب حاصل کرنے والا بنائے۔ آمین

(ابو سعید)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

دعا کروائی۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے اس معلّم کی دعا کو قبول فرمایا اور اپنے فضل سے دو تین گھنٹے کے اندر موسلادھار بارش برسا دی اور اپنے سمیع الدعا ہونے کا ثبوت دیا۔ اس واقعہ کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورے گاؤں میں اچھا اثر ہوا اور گاؤں والوں نے برملا کہا کہ احمدیوں کی دعا کی وجہ سے بارش ہوئی۔

پھر اسی طرح جزائر فجی کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ طوالونجی کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اس کے دورے پر جانے سے قبل طوالو کے مبلغ نے بتایا کہ یہاں ایک عرصے سے بارش نہیں ہوئی اور پانی کا انحصار بارش پر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ دورہ پر جانے سے پہلے انہوں نے مجھے بھی دعا کے لئے خط لکھا کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ کہتے ہیں جب ہم شام کو طوالو پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے بہت زیادہ پریشانی کا ذکر کیا کہ اب پانی بالکل خشک ہو رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی دن رات کو نماز عشاء پر اعلان کیا کہ ہم نماز کا جو آخری سجدہ پڑھیں گے اس میں بارش کے لئے بھی دعا کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور رات کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہوئی اور اس کے بعد تین چار دفعہ بارش ہوئی جبکہ محکمہ موسمیات کے مطابق ایک لمبے عرصے کے لئے خشک موسم کی پیشگوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم جہاں بھی گئے لوگوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ کے آنے پر یہاں بارش ہوئی ہے۔ چنانچہ کیتھولک چرچ کے بشپ اور فونافوتی قبیلے کے ایک بڑے چیف نے بھی اس بات کا اظہار کیا کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور جماعت اور آپ کے خلیفہ وقت کی دعائیں ہیں جو اس طرح غیر معمولی طور پر یہاں بارش ہوئی اور یہ بارش نہ صرف احمدیوں کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بنی بلکہ غیر از جماعت کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان بنی۔

بعض جگہ بارش کا ہونا خدا تعالیٰ کی تائید اور قبولیت کا نشان بن جاتا ہے تو بعض جگہ بارش کا رکنا دعا کی قبولیت کا نشان بن جاتا ہے۔ اور غیر، چاہے اسلام کو قبول کریں یا نہ کریں لیکن اس بات کا ضرور اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام کا خدا دعاؤں کو سننے والا خدا ہے۔

(خطبہ جمعہ 26/ جنوری 2018ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج کی دعا

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

(آل عمران: 9)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

یہ قرآن مجید کی افضل دعائے رحمت ہے۔

بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسلسل ہمیں دعاؤں اور اپنی عبادتوں کا معیار بلند کرنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ آپ نے نئے سال 2022ء کے آغاز پر دعاؤں کی تحریک کی اور اس دعا کے بکثرت پڑھنے کی بھی تحریک فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:

کل ان شاءاللہ نیا سال بھی شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنے والے سال کو افرادِ جماعت کے لئے، جماعت کے لئے من حیث الجماعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے، ہر قسم کے شر سے جماعت کو محفوظ رکھے اور دشمن کے جو جماعت کے خلاف جو منصوبے ہیں ہر منصوبے کو خاک میں ملا دے۔ حضرت مسیح موعودؑ سے جو اللہ تعالیٰ نے وعدے کئے ہیں، ان وعدوں کو ہم بھی اپنی زندگیوں میں کثرت سے پورا ہوتا ہوا دیکھیں ہمیں اللہ تعالیٰ یہ نظارے بھی دکھائے۔ پس بہت دعائیں کرتے رہیں، نئے سال میں دعاؤں کے ساتھ داخل ہوں۔۔۔۔۔۔ یہ دعائیں بھی درود شریف اور استغفار کے علاوہ کثرت سے پڑھا کریں کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 دسمبر 2021ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

حسنیٰ مقبول احمد۔ امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

(قسط 9)

بہترین دعا

• بہترین دعا وہ ہوتی ہے جو تمام خیروں کی جامع ہو۔ اور تمام مضرات سے مانع ہو۔ اس لئے اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی دعا میں حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کے کل منعم علیہم لوگوں کے انعامات کے حصول کی دعا ہے۔ اور غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ میں ہر قسم کی مضرتوں سے بچنے کی دعا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 124، آن لائن ایڈیشن 1984ء)

دعا بہر حال کی جاوے

• دعا بڑی چیز ہے۔ افسوس! لوگ نہیں سمجھتے کہ وہ کیا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر دعا جس طرز اور حالت پر مانگی جاوے ضرور قبول ہونی چاہیئے۔ اس لئے جب وہ کوئی دعا مانگتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنے دل میں جمائی ہوئی صورت کے مطابق اس کو پورا ہوتا نہیں دیکھتے۔ تو مایوس اور ناامید ہو کر اللہ تعالیٰ پر بدظن ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ مومن کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ اگر بظاہر اسے اپنی دعا میں مراد حاصل نہ ہو تب بھی ناامید نہ ہو۔ کیونکہ رحمتِ الٰہی نے اس دعا کو اس کے حق میں مفید نہیں قرار دیا۔ دیکھو بچہ اگر ایک آگ کے انگارے کو پکڑنا چاہے تو ماں دوڑ کر اس کو پکڑ لیگی۔ بلکہ اگر بچہ کی اس نادانی پر ایک تھپڑ بھی لگادے تو کوئی تعجب نہیں۔ اسی طرح مجھے تو ایک لذت اور سرور آجاتا ہے۔ جب میں اس فلسفہ دعا پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ علیم وخبیر خدا جانتا ہے کہ کونسی دعا مفید ہے۔

مجھے بارہا افسوس آتا ہے۔ جب لوگ دعا کے لئے خطوط بھیجتے ہیں اور ساتھ ہی لکھ دیتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے یہ دعا قبول نہ ہوئی تو ہم جھوٹا سمجھ لیں گے۔ آہ!

یہ لوگ آداب دعا سے کیسے بے خبر ہیں۔ نہیں جانتے کہ دعا کرنے والے اور کرانیوالے کے لئے کیسی شرائط ہیں۔ اس سے پہلے کہ دعا کی جاوے۔ یہ بدظنی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ماننے کا احسان جتانا چاہتے ہیں۔ اور نہ ماننے اور تکذیب کی دھمکی دیتے ہیں۔ ایسا خط پڑھ کر مجھے بدبو آجاتی ہے اور مجھے خیال آتا ہے۔ کہ اس سے بہتر تھا کہ یہ دعا کے لئے خط ہی نہ لکھتا۔

میں نے کئی بار اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور پھر مختصر طور پر سمجھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے دوستانہ معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ دوستوں میں ایک سلسلہ مبادلہ کا رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ میں بھی اسی رنگ کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبادلہ یہ ہے۔ کہ جیسے وہ اپنے بندے کی ہزارہا دعاؤں کو سنتا اور مانتا ہے۔ اس کے عیبوں پر پردہ پوشی کرتا ہے۔ باوجودیکہ وہ ایک ذلیل سے ذلیل ہستی ہے لیکن اس پر فضل ورحم کرتا ہے۔ اسی طرح اس کا حق ہے۔ کہ یہ خدا کی بھی مان لے یعنی اگر کسی دعا میں اپنے منشاء اور مراد کے موافق ناکام رہے تو خدا پر بدظن نہ ہو۔ بلکہ اپنی اس نامرادی کو کسی غلطی کا نتیجہ قرار دے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر انشراح صدر کے ساتھ راضی ہو جاوے۔ اور سمجھ لے کہ میرا مولیٰ یہی چاہتا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 195-196 ایڈیشن 1984ء)

دعا کی قبولیت کب؟

• یہ خوب یاد رکھو کہ انسان کی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے غفلت فسق وفجور کو چھوڑ دے۔ جس قدر قرب الٰہی انسان حاصل کرے گا۔ اسی قدر قبولیت دعا کے ثمرات سے حصہ لے گا۔ اسی لئے فرمایا۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ (البقرہ:187) اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔ وَاَنّٰی لَہُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ (سبا:53) یعنی جو مجھ سے دور ہو۔ اس کی دعا کیونکر سنوں۔ یہ گویا عام قانون قدرت کے نظارہ سے ایک سبق دیا ہے۔ یہ نہیں کہ خدا سن نہیں سکتا۔ وہ تو دل کے مخفی در مخفی ارادوں اور ان ارادوں سے بھی واقف ہے۔ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ مگر یہاں انسان کو قرب الٰہی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ جیسے دور کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اسی طرح پر جو شخص غفلت اور فسق وفجور میں مبتلا رہ کر مجھ سے دور ہوتا جاتا ہے۔ جس قدر وہ دور ہوتا ہے اسی قدر حجاب اور فاصلہ اس کی دعاؤں کی قبولیت میں ہوتا جاتا ہے۔ کیا سچ کہا ہے۔

پیدا است ندا را کہ بلند ہست جنابت

جیسے میں نے ابھی کہا کہ گو خدا عالم الغیب ہے لیکن یہ قانون قدرت ہے کہ تقویٰ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔

نادان انسان بعض وقت عدم قبول دعا سے مرتد ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔ کہ نوافل سے مومن میرا مقرب ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 198 ایڈیشن 1984ء)

استغفار سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور دعائیں قبول

• ایک شخص نے عرض کی کہ حضور میرے لئے دعا کریں کہ میرے اولاد ہو جائے۔ آپؑ نے فرمایا:

استغفار بہت کرو۔ اس سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔ یاد رکھو یقین بڑی چیز ہے۔ جو شخص یقین میں کامل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ خود اس کی دستگیری کرتا ہے۔

(الحکم جلد 5 نمبر 4 صفحہ 11 مؤرخہ 31 جنوری 1901ء)

روحانی زندگی کس طرح ملتی ہے

• دعا کا ایک ایسا باریک مضمون ہے کہ اس کا ادا کرنا بھی بہت مشکل ہے جب تک خود انسان دعا اور اس کی کیفیتوں کا تجربہ کار نہ ہو۔ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ غرض جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے۔ تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے۔ خدا کے لئے ان سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جاوے برداشت کرتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ جو رحمٰن رحیم خدا ہے۔ اور سراسر رحمت ہے۔ اس پر نظر کرتا ہے۔ اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے۔

زبان سے دعویٰ کرنا کہ میں نجات پا گیا ہوں یا خدا تعالیٰ سے قوی رشتہ پیدا ہو گیا ہے۔ آسان ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ وہ کہاں تک ان تمام باتوں سے الگ ہو گیا ہے۔ جن سے الگ ہونا ضروری ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے وہ پالیتا ہے۔ سچے دل سے قدم رکھنے والے کامیاب ہو جاتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب انسان کچھ دین کا اور کچھ دنیا کا ہوتا ہے آخر کار دین سے الگ ہو کر دنیا ہی کا ہو جاتا ہے۔ اگر انسان ربانی نظر سے مذہب کو تلاش کرے تو تفرقہ کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے۔ مگر نہیں یہاں مقصود اور غرض یہ ہوتی ہے کہ میری بات رہ جاوے۔ دو آدمی اگر بات کرتے ہیں۔ تو ہر ایک ان میں سے یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو گرا دے۔ اس وقت تو چیونٹی کی طرح تعصب، ہٹ دھرمی اور ضد کی بلائیں لگی ہوئی ہیں۔ غرض میں آپ کو کہاں تک سمجھاؤں بات بہت باریک ہے اور دنیا اس سے بے خبر ہے۔ اور یہ صرف خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 274-275 ایڈیشن 1984ء)

کریم الدین شمس۔ مبلغ سلسلہ تنزانیہ

رمضان اور شیرازہ بندیٔ امت

قرآن کریم خدائے رب العالمین کا وہ خوبصورت، آفاقی اور عالمی پیغام ہے جو ہر ضروری ہدایت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ایسی کتابِ قیّم ہے جس کی مثل جنّ و اِنس تا قیامت تلاش نہیں کر سکتے۔ اس خدائی کلام کی ان گنت اور بے شمار خوبیوں میں سے ایک ممتاز و یکتا صفت اس کا عالمی ہونا ہے قرآن کریم نے نہایت وضاحت اور انتہائی خوبصورتی سے ابتداء ہی میں اپنے ماننے والوں کو یہ عالمگیریت کا درس دیا کہ اس کلام کا نازل کرنے والا رب العالمین ہے وہ صرف رب المسلمین ہی نہیں۔ درحقیقت اس ایک لفظ نے ہمیشہ ہمیش کے لیے مسلمانوں کو عالمی وحدت، اتفاق و اتحاد، اکائی و یگانگت اور شیرازہ بندی کا دائمی درس دے دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اجتماعیت، یکجائیت اور قرب و وحدت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ کل عالَم میں بسنے والے مسلمانوں کا رب ایک، دین ایک، قرآن ایک، شریعت ایک، قبلہ ایک اور محبوب رسول ایک، یہ سب عوامل ایسے ہیں جو آپس کے اتفاق و اتحاد کی زبردست علامت و بنیاد ہیں۔

اس مضمون کی کسی قدر تفصیل سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آغاز میں رمضان کی وجہ تسمیہ کا بیان کر دیا جائے لیکن پہلے شیرازہ بندی کے معنٰی جاننا بھی ضروری ہیں چنانچہ فیروز اللغات اور دیگر کُتبِ لغات میں لکھا ہے کہ شیرازہ بندی فارسی الاصل لفظ ہے جسکا معنٰی ہے۔ جلد بندی۔ انتظام۔ اتحاد اور تنظیم۔ ایک جہتی۔ علامہ اقبال کا شعر بھی ہے کہ:

کتابِ ملّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

(بانگ درا)

رمضان کی وجہ تسمیہ

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے رمضان کے مختلف معانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ رمضان کا نام اس وجہ سے رمضان ہے کہ وہ گناہوں کو بھسم کر دیتا ہے اس کا مادہ رمض ہے۔ رمضان کے روزے 2ہجری میں فرض ہوئے۔ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اس کے وجوب کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔

(مکاشفۃ القلوب مطبوعہ مصر صفحہ 356)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں رمضان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، بخشش اور مغفرت کی کثرت کی وجہ سے گناہوں کو جلا کر ختم کر دیتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین مترجم)

حرارتِ جسمانی و روحانی کا حسین امتزاج

امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، اس زمانے کے حکم وعدل رمضان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

رَمَضَ سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لیے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لیے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں کیونکہ عرب کے لیے یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔

(الحکم 24 جولائی 1901ء)

اس حرارتِ جسمانی و روحانی کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:

رمضان ایک خاص اہمیت رکھنے والا مہینہ ہے اور جس شخص کے دل میں اسلام کی قدر ہوتی ہے وہ اس مہینہ کے آتے ہی اپنے دل میں ایک خاص حرکت اور اپنے جسم میں ایک خاص قسم کی کپکپاہٹ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتنی ہی صدیاں، ہمارے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان گذر جائیں، کتنے ہی سال ہمیں اور انکو آپس میں جدا کرتے چلے جائیں، کتنے ہی دنوں کا فاصلہ ہم میں اور اُن میں حائل ہوتا چلا جائے لیکن جس وقت رمضان کا مہینہ آتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُن صدیوں اور سالوں کو اس مہینے نے لپیٹ لپاٹ کر چھوٹا سا کر کے رکھ دیا ہے اور ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ گئے ہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ہی قریب نہیں چونکہ قرآن خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس لیے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام فاصلہ کو رمضان نے سمیٹ سات کر ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب پہنچا دیا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 393)

کیا ہی خوبصورت اور زبردست عارفانہ تشریح ہے جو دل میں اترتی چلی جاتی ہے اور کیا ہی عمدہ اتفاق و اتحادِ امت کا نظارہ ہے جو ہر رمضان میں ہر صاحبِ ایمان اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔

پس یہ کہنا بالکل درست ہے کہ رمضان اُس ماہ مقدس کا نام ہے جس میں ایک مسلمان جسمانی حرارت کے ساتھ ساتھ قرآنی، تعلیمات اور احکام خداوندی کی بجا آوری کے لیے اپنے اندر ایک خاص روحانی حرارت اور جوش و جذبہ محسوس کرتا ہے جو عام مہینوں کی نسبت کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اس عارفانہ تشریح کا عملی مظاہرہ ہمیں اپنے محبوب رسولِ خدا کی مقدس و مطہر حیات میں ہر رمضان میں نظر آتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اکرم ﷺ کمر ہمت کس لیتے تھے اور ساری ساری رات بیدار رہتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی تہجد کے لئے جگاتے۔

(بخاری کتاب الصوم)

ویسے کتنا عجیب روح پرور منظر ہوتا ہوگا مدینہ منورہ کی پاک بستی کا! ہر گھر کے لوگ جب رمضان المبارک کے دوران خاص اہتمام سے عبادات بجالاتے ہونگے اور ملائکۃ اللہ ان پر خدائی حکم سے رحمتوں اور برکتوں کی بارشیں برساتے ہونگے۔ خدا کرے کہ ہر احمدی گھرانہ اس سنت مبارکہ کو ہر رمضان میں اپنانے والا بن سکے۔ آمین۔

رمضان المبارک میں کئی ایک ایسے عوامل ہیں جو مسلمانوں کو ایک کرنے میں اہم کردار ادا کرتے، باہمی اتفاق و اتحاد کا درس دیتے اور انکی شیرازہ بندی میں ممد و معاون ہوتے ہیں۔ اس مہینہ میں دیگر مہینوں کے مقابل اتحاد امت کا درس کہیں زیادہ ملتا ہے۔

رمضان اور قرآن چونکہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لہذا سب سے اول تو یہ یاد رکھنا لازمی ہے کہ قرآن کریم میں جا بجا اتحاد امت کی تلقین کی گئی ہے اور تفرقہ و پھوٹ اور گروہ بندیوں سے منع فرمایا گیا ہے اور اس مہینہ کے نزول قرآن کے ماہ ہونے کے پیش نظر تمام مسلمانوں کو یہ درس پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم ہمیں باہمی پیار و محبت اور اتفاق و اتحاد کی تلقین کرتا ہے جیسا کہ ایک موقعہ پر فرمایا:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا

(آل عمران:104)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اسکی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

(ترجمہ از خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

کیا ہمیں قرآن کریم کے اس مرتبہ پر ایمان نہیں لانا چاہئے جو مرتبہ وہ خود اپنے لیے قرار دیتا ہے؟ دیکھنا چاہئے کہ وہ صاف الفاظ میں بیان فرماتا ہے: وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا۔ کیا اس حبل سے حدیثیں مراد ہیں؟ پھر جس حالت میں وہ اس حبل سے پنجہ مارنے کے لیے تاکید شدید فرماتا ہے تو کیا اس کے یہ معنٰی نہیں کہ ہم ہر ایک اختلاف کے وقت قرآن کریم کی طرف رجوع کریں؟

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 37)

پھر فرمایا: وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لیے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ۔ یاد رکھو! تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو! جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(الحکم جلد 4 نمبر 14 مؤرخہ 17 اپریل 1900ء صفحہ 9 بحوالہ تفسیر مسیح موعود علیہ السلام)

روئے زمین پر موجود تمام اہل اسلام کے مابین ایک نقطہ اتحاد ماہ رمضان میں یہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان اپنے اپنے مطلع اور وقت کے مطابق روزہ کے لئے طلوعِ فجر سے پہلے کھانے سے رک جاتے ہیں اور مغرب کی اذان پر روزہ افطار کرتے ہیں، یوں کل عالم اسلام روزہ اور دیگر رمضان کی عبادات کو بجالانے میں مستعد ہوجاتا ہے اور سب ایک چاند کی رویت کو گواہ بناتے ہوئے سحر و افطار کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن کاش امت مسلمہ اُس مقدس چاند کو پہچان کر اسکی مطیع بھی بن جائے جو پوری امت مسلمہ کے محبوب رسول خدا ﷺ کی بشارات کے تابع چودھویں صدی میں طلوع ہوا ہے اور ان کی اکائی اور وحدت کا بین ثبوت ہے۔

جسے اللہ عزّ وجلّ نے الہاماً یہ حکم دیا ہوا ہے کہ: سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں ایک دین پر جمع کرو۔

(الہام 20 نومبر 1905ء۔ تذکرہ صفحہ 490)

رمضان المبارک میں مسلمانوں کے درمیان ایک نقطہ اتحاد یہ بھی ہوتا ہے کہ سال کے دوسرے ماہ و اوقات وشہور کے بالمقابل رمضان المبارک میں باجماعت نماز کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے اور کالے گورے، شکلوں اور رنگوں اور نسلوں کے اختلاف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، مسلمان ایک

امام کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں، اس کی اتباع واقتداء کرتے ہیں، اس کے رکوع پر رکوع، سجدہ پر سجدہ اور اس کے سلام پھیرنے پر سلام پھیرتے ہیں، جو باہمی اتحاد واتفاق اور ’’وحدتِ امت‘‘ کی اہم علامت اور نشانی ہے۔ اور یوں رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہمیں بار بار سمجھایا جاتا ہے کہ ہماری عبادات و قربانیاں خدا کے حضور تبھی پایہ قبولیت کو پہنچ سکتی ہیں جب ہم ایک امام کے ہاتھ پر جمع ہونگے جیسا کہ ہمارے آقا و مطاع رسولِ عربی ﷺ نے ہمیں آخری زمانے کے لیے تاکیدی ارشاد فرمایا تھا کہ تم اُس پر آشوب زمانے میں ایک امام اور اس کی جماعت کا ساتھ چمٹ جانا اور اگر کوئی امام والی جماعت نہ ہو تو تمام فرقوں سے کنارہ کش رہنا خواہ تمہیں جنگل میں رہ کر درختوں کی جڑیں کھا کر گذارہ کرنا پڑے یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔

(بخاری کتاب المناقب)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرقہ واریت اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے زمانے میں اگر تم خدا کا کوئی خلیفہ دیکھو تو اس سے چمٹ جانا خواہ تجھے مارا جائے اور تیرا مال لوٹ لیا جائے۔

(مسند احمد جلد 5 صفحہ 403 دارالفکر العربی۔بیروت)

اسی طرح ایک دوسری حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے اُس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے حضور رکوع و سجود یعنی عاجزی و فروتنی اور مکمل اطاعت کا اجر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

اُس وقت خدائے رب العزّت کے حضور ایک سجدہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

بلاشبہ اس حدیث میں جس سجدے کا ذکر ہے یہ وہی سجدہ ہے جو امامِ وقت کی اقتداء میں کیا جائے۔ پس احمدی قوم آج یقیناً ایک انتہائی خوش نصیب قوم ہے جسے یہ فخر و سعادت میسّر ہے مگر ہماری اوّلین ذمہ داری ہے کہ اپنی جان، مال، عزّت و آبرو اور دنیا و مافیہا کی ہر چیز سے بڑھ کر اس امانت کی تاقیامت حفاظت کرتے چلے جائیں تا ایسے مقبول سجدے ہمیں ہمیشہ نصیب ہوتے رہیں۔ ان شاءاللہ۔

رمضان الکریم کے مقدس ایام میں ایک مرکزی نقطہ جو مسلمانوں کے ایک ہونے کی نشانی ہے وہ بالعموم مسلمانوں کی اکثریت کا روزانہ مساجد میں یا اپنے اپنے گھروں میں مل کر قرآن کریم کی تلاوت کرنا ہے، یہ عمل عام دنوں میں اس شد و مد سے دکھائی نہیں دیتا۔ جماعت احمدیہ مسلمہ کا یہ خاص وصف ہے کہ وہ عام دنوں میں بھی تلاوتِ قرآن سے غافل نہیں ہوتے اور یہ وہ عمل ہے جسکی گواہی اپنے کیا بیگانے بھی دیتے چلے آرہے ہیں۔ قادیان میں کوئی ایسا احمدی گھرانہ نہیں تھا جہاں سے نماز فجر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کی آواز نہ آتی ہو اور یوں قادیان کی ہر صبح پُر نور ہوتی اور کلامِ پاک سے اس بستی کی گلی گلی گونجتی تھی پھر ربوہ کی گلیوں میں بھی یہی نظارے ایک وقت تک دکھائی دیتے رہے تا آنکہ ظالم و جابر حکمرانوں نے کالے قوانین کے ذریعہ اہالیان کو ایسا کرنے سے حکماً و جبرًا روک دیا۔ ہمارے ملک عزیز سے باہر رہنے والے خاص کر یورپین لوگ بلکہ افریقن بھی ایسی باتیں سن کر حیران و پریشان اور انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں کہ کیا واقعی صرف اس بات پر مقدمات ہو سکتے ہیں اور قید و بند کی مشقت برداشت کرنی پڑسکتی ہے کہ ایک احمدی نے دوسرے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے موبائل فون پر قرآن کریم کی کاپی بھجوائی ہے۔ ہمارے بزرگ مکرم و محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب اپنی تقاریر میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے کہ

خدا خود جبر و استبداد کو برباد کردے گا
وہ ہر سواحمدی ہی احمدی آباد کردے گا
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہوگی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی

خدا نے چاہا تو وہ دن دور نہیں جب صرف قادیان یا ربوہ نہیں بلکہ دنیا کی کئی ایک بستیوں سے روزانہ صبح تلاوتِ قرآن کی خوبصورت اور پاکیزہ آوازیں گونجتی سنائی دیں گی۔ ان شاءاللہ العزیز۔

قرآن کریم کو سیکھنا، پڑھنا پڑھانا، سمجھنا سمجھانا، اس سے دل و جان سے پیار کرنا اور اس پر عمل کرنا درحقیقت قومِ احمد کو تو شیر مادر کی طرح گھٹی میں ملا کر پلادیا گیا ہے۔ احمدی جس طرح قرآن پاک سے محبت کرتے اور سیکھنے کی سعی کرتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے، ہمارے گاؤں 121 ج۔ب۔ گوکھوال کا ایک واقعہ درج کرنا چاہتا ہوں تا ہماری موجودہ نسل بھی اس صفت کو حرزِ جان بنا سکے۔ خاکسار کی عمر اندازاً بارہ سال کے لگ بھگ ہوگی کہ ایک دن مسجد میں نماز کے بعد ہمارے ایک بزرگ چوہدری عبدالواحد صاحب مرحوم جن کی عمر اس وقت پچاس سال سے زائد ہوگی، (آپ ایک اچھے متمول خاندان سے تھے، پنچائیت کے آدمی تھے) انہوں نے مجھے روکا اور کہنے لگے بیٹا مجھے قرآن کریم پڑھنا نہیں آتا اس لیے اگر تم مجھے روزانہ کچھ حصہ سکھا دیا کرو تو ممنون ہوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس عمر میں مسلسل کئی ماہ محنت کی اور قرآن کریم پڑھنا سیکھ لیا اور پھر روزانہ مسجد میں بیٹھ کر انتہائی عقیدت و احترام سے اسکی تلاوت کرتے دکھائی دیتے۔ میں نے انکو باقاعدگی سے مسجد میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھا، تاوقتیکہ عاجز جامعہ احمدیہ ربوہ تعلیم کے لیے چلا گیا۔ یہ صرف ایک واقعہ ہے، اس طرح کے بے شمار اور خوبصورت و دلنشین واقعات احمدیوں کے دیہات، انکے گھروں اور سینوں میں محفوظ ہیں جو آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ اور جب تک قرآن کریم سیکھنے اور پڑھنے کی یہ روح قومِ احمد میں زندہ ہے دنیا کی کوئی قوم انہیں شکست نہیں دے سکتی اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام جیسے وجود قرآن کریم سے سیکھ کر نوبل انعام حاصل کرتے رہیں گے ہاں مگر آخرت میں تو یقیناً ان کے لیے بہت ہی عظیم انعامات مقدر کیے گئے ہیں۔ یہ مثالیں ہمارے پیارے نبی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی اس حدیث کی عملی تصاویر ہیں کہ:

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھتا ہے اور پھر دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن)

اس بات میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگ ہی بہترین امت کہلانے کے حق دار ہیں اور خیرِ امت کا تاج دنیا و آخرت میں انہی کے سروں کی زینت بنے گا۔ اور آج بحیثیت جماعت کوئی ایسی جماعت روئے زمین پر دکھائی نہیں دیتی جو احمدیوں سے بڑھ کر خدا کے اس پاک کلام سے محبت کرنے والی ہو۔

خاکسار، رمضان المبارک کی مناسبت سے تلاوتِ قرآن کریم کے حوالے سے مزید ایک دو احادیث معزز قارئین کی خدمت میں رکھنا چاہتا ہے۔

خیر البشر و افضل الرسل ﷺ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن مجید کی شفاعت بندے کے حق میں قبول کی جائے گی۔ روزہ کہے گا۔ اے میرے رب! میں نے اس کو کھانے اور شہوات سے دن کے وقت روکے رکھا تو اسکے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ قرآن مجید کہے گا میں نے رات کے وقت اسے نیند سے باز رکھا بس تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(الجامع الصغیر للسیّوطی 5185)

واہ! کیا عظیم الشان ثواب اور برکت ہے رمضان اور قرآن کی۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس کا حق دار بنائے۔ آمین۔

قرآن شریف حفظ کرنا: قرآن پاک کو ظاہری طور پر پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا حسب توفیق کچھ نہ کچھ حفظ کرنا بھی موجب ثواب اور نہایت مقبول عمل ہے۔ ہمارے محبوب رسول حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ آدمی جس کے دل میں قرآن کا کوئی حصہ نہیں وہ ایک ویران اور برباد گھر کی طرح ہے۔

(ترمذی فضائل القرآن)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر انسان صرف سورۃ اخلاص کے برابر حصہ روزانہ یاد کرلے تو چند سالوں میں پورا قرآن زبانی یاد کرسکتا ہے چنانچہ آپ نے ایک شخص کا ذکر بھی فرمایا کہ اس نے آپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے غالباً سات سالوں میں پورا قرآن شریف یاد کرلیا تھا۔ تو جہاں آجکل لوگوں کی اکثریت کئی گھنٹے روزانہ صرف موبائیل فونز اور انٹرنیٹ پر خرچ کرتی ہے اگر کچھ وقت اس مبارک کام کے لیے بھی نکال لیا جائے، خاص کر رمضان المبارک کے ان ایام میں، تو یقیناً ہم قرآن کریم کی کئی سورتیں زبانی یاد کر سکتے ہیں اور روزانہ کی نمازوں میں ان کی تلاوت سے اپنی نمازوں کا لطف دوبالا کر سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو آدمی قرآن مجید میں ماہر ہو وہ معزّز اور بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن مجید اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اسے تلاوت میں مشکل پیش آتی ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔

(صحیح مسلم فضائل القرآن حدیث نمبر 1862)

رمضان المبارک کی ایک اجتماعی برکت، نماز تراویح کا باجماعت مسجد میں ادا کرنا ہے، جس کی وجہ سے مساجد و نماز سنٹرز قراءت قرآن کریم، نماز، عبادت اور دعاء سے معمور ہوجاتے ہیں، یہ اہم عبادت بھی ان کے آپسی اتحاد کا مظہر اتم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی لوگوں نے آپ کے ساتھ پڑھی پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہوگئے تیسری رات میں اور زیادہ ہوگئے چوتھی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح کے لیے مسجد تشریف نہیں لے گئے صبح ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارا شوق و ذوق دیکھ لیا اس ڈر سے میں مسجد میں نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ کر دی جائے۔

(صحیح بخاری کتاب الصیام حدیث نمبر 2012)

پھر نبیء اکرم ﷺ کے اس ارشاد کہ تم پر خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے، کی اتّباع یقیناً باعثِ خیر و برکت ہی ہے۔

اِس بات کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ بچوں، بوڑھوں، کمزوروں، مزدوروں اور بیماروں وغیرہ کیلیے تو نمازِ تراویح کفایت کرے گی مگر باقی لوگوں کو قیامِ تہجد کے قرآنی حکم پر عمل کرنا چاہیے۔ وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَھَجَّدۡ بِہٖ کا امر ربانی واضح ہے۔ ہمارے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا رمضان حتی کہ غیر رمضان میں بھی باقاعدگی سے گیارہ رکعات تہجد کا معمول تھا۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ رمضان المبارک میں رات کے وقت کتنی رکعت نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

رمضان ہو یا غیر رمضان آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ چار رکعت بڑی لمبی اور بڑی عمدگی سے پڑھتے، پھر چار رکعت بڑی لمبی اور بڑی عمدگی سے پڑھتے اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے۔

(بخاری، کتاب الصیام حدیث نمبر 2013)

امام الزمان اور امت کے حکم وعدل کا فرمان: آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی سنت دائمی تو وہی آٹھ رکعات ہیں اور آپ ﷺ تہجد کے وقت ہی پڑھا کرتے تھے اور یہی افضل ہے مگر پہلی رات بھی پڑھ لینا جائز ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رات کے اول حصہ میں اسے پڑھا۔ بیس رکعات بعد میں پڑھی گئیں مگر آنحضرت ﷺ کی سنت وہی تھی جو پہلے بیان ہوئی۔

(فتاویٰ مسیح موعود بحوالہ فقہ احمدیہ حصہ عبادات ص208)

مسلمان اکٹھے روزہ رکھ کر، اپنے آپ کو اللہ کے حکم پر بھوکا اور پیاسا رکھ کر اپنے غریب مسلمان بھائیوں کی بھوک اور پیاس کا احساس اپنے اندر پیدا کرتے ہیں، اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت مبارکہ کے احیاء کی بھر پور کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ:

رسول کریم ﷺ جود وسخا میں عام دنوں میں بھی دوسروں سے بڑھ کر تھے البتہ رمضان میں جب جبرائیل امین کی آپ سے ملاقات ہوتی تھی تو آپ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی۔ آنحضرت ﷺ جب جبرائیل پر رمضان کی راتوں میں قرآن شریف پیش کرتے تو آپ ﷺ ہر اس دن تیز ہوا سے بھی سخی تر ہوجاتے تھے۔ (بخاری)

آپ ﷺ کی سخاوت کے متعلق، ایک عربی شاعر کا یہ شعر بہت موزوں ہے۔ عربی شاعر کہتا ہے:

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِہٖ
لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَائُهُ نَعَمُ

یعنی میرے محبوب نے کبھی لا نہیں کہا سوائے تشہد کے اور اگر تشہد میں یہ گواہی دینی لازمی نہ ہوتی تو آپ وہاں بھی نعم یعنی جی ہاں ہی کہتے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک حدیث ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول کریم ﷺ سب قیدیوں کو رہا کر دیتے اور ہر سائل کو بخشش سے نوازتے۔ اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کو حضرت مصلح موعود کے فرمان کے مطابق چھوٹے چھوٹے محمد بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

رمضان المبارک میں مسلمانوں کے اندر من حیث القوم، اپنے پیارے نبی ﷺ کی جود وسخا کی متابعت کی مقدور بھر کوششوں کی وجہ سے صدقات میں اضافہ ہوجاتا ہے، ان کے اندر جذبہ انفاق فزوں تر ہوجاتا ہے، اس طرح مسلمانوں کے مابین ہمدردی اور غم خواری پہنچتی ہے، جو بجائے خود ان کے آپسی اتحاد واتفاق کا ایک نمونہ ہے۔ نیز بانی اسلام نے اپنے امتیوں کو رمضان کریم میں کئی طرح کے زائد انفاق کی تعلیم وتلقین فرمائی ہے مثلاً ایسے افراد جو کسی شرعی عذر کے باعث روزہ یا روزے نہ رکھ سکیں وہ فدیہ دیں یعنی ہر روزہ کے بدلے میں کسی غریب کو ایک دن (دو وقت) کا کھانا کھلائے یا اس کے برابر رقم بطور فدیہ ادا کرے ہاں اگر اسکی طاقت بھی نہ ہو تو ایسا آدمی معذور ہوگا مگر جو صاحب حیثیت روزہ رکھتے ہیں اور ساتھ ہی فدیہ بھی ادا کرتے ہیں، وہ دہرا بلکہ کئی گنا زیادہ ثواب حاصل کرتے ہیں اور بہت بابرکت کام کرتے ہیں اسی طرح اگر کسی فوت شدہ شخص، جس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے بھی فدیہ ادا کرنا موجب خیر وبرکت ہے۔

رمضان کے آخر پر صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم ہے اور اس قدر تلقین ہے کہ ایک حدیث مبارکہ میں آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ صدقۃ الفطر ادا کئے بغیر روزہ ہی قبول نہیں ہوتا۔ یہ صدقہ ہر گھر کے ہر فرد کی طرف سے ادا کرنا ضروری ہے اور عید کی نماز سے قبل پیدا ہونے والے بچوں کی طرف سے بھی ادائیگی کا ارشاد ہے۔ تاکہ غرباء ومساکین بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔ آنحضور ﷺ نے صدقۃ الفطر کی حکمت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ یہ:

طُھْرَۃٌ لِلصِّیَامِ وَ طُعْمَۃٌ لِلْمَسَاکِیْنِ ہے یعنی روزوں کی پاکیزگی کا موجب ہے اور مساکین کے لیے غذا اور خوراک ہے۔ صدقۃ الفطر کو مختلف احادیث میں زکوۃ الصوم، زکوۃ الفطر، اور زکوۃ رمضان کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ یہ صدقہ بہت سے انفرادی و اجتماعی فوائد کا حامل ہے۔ اور امت مسلمہ کی اجتماعیت کو مضبوطی عطا کرتا ہے۔

ایک اہم اجتماعی برکت اہل اسلام کا اس ماہ میں بکثرت اپنے اموال کی زکوۃ ادا کرنا بھی ہے۔ احمدی تو اللہ کے فضل سے زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کسی خاص مہینے کا انتظار نہیں کرتے بلکہ جب جب نصابِ زکوۃ ان پر فرض ہوتی ہے ساتھ ساتھ ادا کرتے رہتے ہیں کہ امام الزمان نے بھی انہیں تاکید مزید فرمائی ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’ہر ایک جو زکوۃ کے لائق ہے وہ زکوۃ ادا کرے‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

نیز زکوۃ کی جماعتی نظام کے تحت ادائیگی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

چاہئے کہ زکوۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوۃ بھیجے اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں وہ روپیہ لگادے اور بہرحال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے کیونکہ یہ انعام اُن لوگوں کے لیے تیار ہے جو اِس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 83)

لہٰذا زکوۃ کی ادائیگی نظام کے تابع مرکز میں ہی ہونی چاہئے۔ اپنی مرضی سے کسی کو بھی دینا درست نہیں۔

احمدی احباب تو اس ماہِ بابرکات میں ایک خاص ذوق وشوق اور چاہت ومحبت سے بکثرت اپنے چندے اس ماہ میں ادا کرتے ہیں، خاص کر وقف جدید اور تحریک جدید تو سبھی مکمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا رمضان المکرم کے آخر پر ہونے والی اجتماعی دعا میں ان کا نام شامل ہوسکے جو دعا امام وقت کرواتے ہیں اور کل عالم کے احمدی اِس میں شریک ہوکر فیضیاب ہوتے ہیں درحقیقت یہ نظارہ بھی عالمی اخوت کا ایک عجیب وحبیب مظہر ہوتا ہے جو احمدیوں کے دلی اطمینان وسکون کا باعث ہے کہ انہیں ان کے پروردگار کے مقبول ومنظور بندوں میں شامل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

رمضان المبارک میں اجتماعی افطار کا انتظام اغنیاء اور امراء کرتے ہیں، جس میں بلا تفریق امیر وغریب کے سب شامل ہوتے ہیں۔ روزہ دار کی افطاری کروانے کی بہت فضیلت و برکت اور اجر احادیث میں مذکور ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ افطاری کا ثواب اُس شخص کو بھی ملتا ہے جو روزہ دار کو خواہ پانی کے گھونٹ سے ہی افطار کروائے۔ یہ عمل بھی مسلمانوں کے آپسی اتحاد واتفاق اور یگانگت کا مظہر ہے۔

امام وقت کے دروس: رمضان المبارک میں مسلمان ایک انتظام و اہتمام سے قرآن وحدیث اور اسلامی تعلیمات پر مبنی درس وتدریس کی مجالس ومحافل اور دینی وقرآنی حلقے سجاتے ہیں، جہاں دین سیکھنے سکھانے کا عمل جاری ہوتا ہے انفرادی واجتماعی اور دینی وسیاسی اصلاح پر ابھارا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں یہ اعمال رمضان میں اپنے زوروں پر ہوتے ہیں جن کا نقطۂ عروج حضرت خلیفۃ المسیح کے دروس ہوتے ہیں جو سب کی علمی وعملی اور تربیتی پیاس بجھانے کا بہترین ذریعہ ہیں اور یقیناً خدا اور رسول کی محبت ورضا کے حصول کا باعث ہیں۔ امام وقت کے یہ دروس احمدیہ مسلم ٹیلی ویژن کے ذریعہ کل عالم میں دیکھے اور سنے جاتے ہیں جو ہماری اجتماعیت، اخوت ومحبت اور اتفاق واتحاد کا عظیم الشان نمونہ ہوتا ہے جس کی مثال اِس کرہ ارض پر تلاش کرنا ناممکن ہے۔

رمضان کی تین اجتماعی عبادات تراویح، اعتکاف اور لیلۃ القدر بھی ہیں۔ بلاشبہ مسنون اعتکاف تو جامع مسجد میں ہی ہوسکتا ہے اور یہ عظیم عبادت بھی مسلمانوں کی اجتماعیت و یکجائیت کی مظہر ہے پھر ساری دنیا کے مسلمانوں کا اکٹھے لیلۃ القدر کی طلب وجستجو بھی انہیں اپنی شیرازہ بندی کی طرف ہی توجہ دلاتی اور ان کی راہنمائی کرتی ہے گویا رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے آپسی اتحاد واتفاق اور ’’وحدت امت‘‘ اور ’’اتحاد امت‘‘ کا مظہر اتم اور اعلیٰ وارفع نمونہ ہوتا ہے، بہت سارے امور میں یہ مہینہ بلاکسی تفریق کے غریب اور امیر کو ایک مقصد پر اکٹھا کرتا ہے، سب میں صبر و برداشت، عزم وہمت، باہمی احساس و ہمدردی، ایک دوسرے کی تکلیف ودرد کا خیال کرنا، خاص طور پر اپنے معاشرے کے کمزور وغریب اور بے سہارا افراد کو سنبھالنے کی کوشش کرنا جیسی بہت سی بنیادی صفات ان میں پیدا کرتا ہے۔ اور ایسی خوبیاں امت مسلمہ میں جاگزیں کرتا ہے جو معاشرے کے اونچے نیچے، چھوٹے بڑے سب طبقات کو باہم جوڑنے اور ایک کرنے کا ذریعہ ہے۔

امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کی بابت فرماتے ہیں کہ:

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیے مَیں دنیا میں بھیجا گیا، سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

ہمیں ہرگز اِس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ یہ کام آج خلافتِ احمدیہ مسلمہ بڑی خوبصورتی سے سرانجام دے رہی ہے۔ اللہ کرے کہ تمام امت مسلمہ جلد از جلد اپنے اختلافات، عقائد ونظریات کو ایک طرف رکھ کر اِس حَبلُ اللّٰہ سے چمٹ جائے۔ آمین۔ خاکسار اس مضمون کو خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ پر ختم کرنا چاہے گا۔ آپ فرماتے ہیں۔

اُمّتِ واحدہ بنانے کا کام خلافتِ احمدیہ کے سپرد ہے۔ میں خدا کی قسم کھاکر اس مسجد میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلام امت واحدہ بنانے کا کام خدا تعالیٰ نے اس دور میں خلافتِ احمدیہ کے سپرد کردیا ہے جو اِس سے تعلق کاٹے گا وہ امت واحدہ سے اپنا تعلق کاٹ لے گا۔۔۔۔۔۔ خلافتِ احمدیہ وہ مُثمر شاخ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے توحید کے پھل لگانے کے لیے سرسبز وشاداب کرکے دوبارہ دنیا میں قائم کیا ہے۔

(بدر۔ 12 اگست 1993ء)

مولانا سید شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ

تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے

ذاتی تجربات کی روشنی میں

(قسط 40)

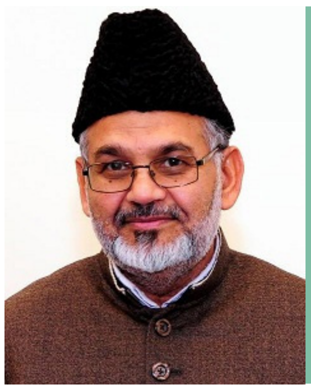

انڈین ایکسپریس نے اپنی اشاعت 5 فروری 2010ء صفحہ 15 پر دو تصاویر کے ساتھ ہماری خبر شائع کی ہے۔ ایک تصویر رنگین مسجد بیت الحمید چینو کی ہے دوسری تصویر خاکسار کی ہے۔

خبر کا متن قریباً وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے جس میں جماعت احمدیہ کی مسجد بیت النور پر زبردستی قبضہ کی خاکسار کی طرف سے مذمت کی گئی ہے اور جماعت احمدیہ کے ترجمان مکرم سلیم الدین صاحب کی پریس ریلیز ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ زبردستی قبضہ ہر لحاظ سے غیر قانونی ہے اور یہ مسجد 20 سال قبل ایک احمدی نے اپنی زمین پر بنائی تھی جس کے تمام قانونی کاغذات موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حکومت نے یہ غیر منصفانہ رویہ اختیار کیا ہے۔

الاخبار نے اپنی عربی سیکشن کی اشاعت 11 فروری 2010ء صفحہ 9 پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک خطبہ جمعہ کا خلاصہ حضور کی تصویر کے ساتھ اس عنوان سے شائع کیا۔

’’اَلْعَوْنُ الْاِلٰهِيُّ‘‘ ’’اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت‘‘

اخبار لکھتا ہے کہ امام جماعت احمدیہ مرزا مسرور احمد نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو 181 ممالک میں MTA کے ذریعہ دیکھا اور سنا گیا، میں فرمایا کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے نظارے ہر آن دیکھتے ہیں اور اس کی بڑی وجہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی آنحضرت ﷺ سے کامل محبت اور اطاعت تھی۔

آپ کی محبت آنحضرت ﷺ کے ساتھ بالکل منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اس کی اس زمانے میں کامل مثال صرف اور صرف حضرت مسیح موعودؑ کی ہے۔ اور آپ نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ وہ جماعت جو مسیح موعود کی جماعت ہے جس نے حضرت مسیح موعود کو قبول کیا ہے وہ بھی اس مدد اور نصرت سے حصہ پائے گی اور یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے اگر ہم ماضی کو دیکھیں تو اکثر معاملات میں ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے شامل حال رہی جو کہ آپ کی صداقت کی واضح مثال ہے۔ جیسا کہ سورج اور چاند گرہن (کسوف وخسوف) لگنے کی پیشگوئی کا ظہور ہے۔ اسی طرح زلزلوں کے آنے کی پیشگوئیاں ہیں اور علوم کے پھیلنے کے بارے میں ان سب پیشگوئیوں کے وقوع میں آنے کی وجہ سے اور صداقت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو مسیح موعودؑ کو قبول کرنے کی توفیق ملی۔

کسوف وخسوف کی پیشگوئی کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ بعض علماء نے اس حدیث رسول کو مشکوک بھی بتایا ہے جو کہ کسی بھی طریقہ سے صحیح نہیں ہے یہ ان کی سوء فہمی ہے حالانکہ یہ علماء آپ کی آمد سے قبل اس حدیث کو صحیح مانتے تھے اور اس کا ذکر کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے اور بھی بہت سے دلائل ہیں اور بار بار خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ دلائل اور نشانات دکھائے گئے۔ جس طرح کہ زلزلوں کے بارے میں پیشگوئیاں ہیں۔ امام مرزا مسرور احمد نے حضرت مسیح موعود کی کتب سے بعض حوالہ جات بھی سنائے جن میں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں بعض مخالفین کی موت کے بارے میں تھے جو آپ کے ساتھ جھگڑتے تھے اور مخالفانہ رویے رکھتے تھے اگرچہ آپ کی آمد کا مقصد کسی کی موت کی پیشگوئی نہیں تھی مگر جب ان دشمنوں نے یہی چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے ان کی موت کے یہ نشانات دکھائے۔ اب احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ اس پیغام کو جو حضرت مسیح موعودؑ لے کر دنیا میں آئے ہیں اس کو تمام دنیا میں پھیلائیں۔

اس ضمن میں آپ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا تذکرہ فرمایا۔ یہ وہ کتاب جو ایک طالب حق کے لئے بات کو کھول کھول کر بیان کرتی ہے اور اسلامی تعلیمات کی حکمت اور فلسفہ کا بیان ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد، نصرت آپؑ کے شامل حال رہی جب آپ نے اس کتاب کو تالیف فرمایا۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔

’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کتاب کے تذکرہ کے بعد آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک اور کتاب ’’خطبہ الہامیہ‘‘ کے بارے میں بھی تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا یہ 11 اپریل 1900ء کو واقع ہوا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے عیدالاضحیہ کا خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ خطبہ وحی الٰہی کے ذریعہ آپ کو القاء کیا گیا اور آپ کو بتادیا گیا کہ آپ یہ خطبہ عربی میں دیں گے جو کہ فصاحت و بلاغت میں ایک نشان ہوگا۔ جب آپ یہ خطبہ عربی میں فرمارہے تھے تو آپ علیہ السلام کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ فرشتے آپ کی مدد کر رہے ہیں۔

خطبہ کے دوران آپ علیہ السلام نے ان صحابہ سے ارشاد فرمایا جو یہ خطبہ اسی وقت لکھ رہے تھے کہ اگر سمجھنے یا لکھنے میں دقت ہے تو اب پوچھ لو اور یہ خطبہ الہامیہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ ’’یَاعِبَادَ اللّٰہِ‘‘

حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ یہ تو چند ایک مثالیں بیان کی گئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد، نصرت حضرت مسیح موعودؑ کے ہروقت اور ہر آن شامل حال تھی جو آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو ان امور کے سمجھنے کی توفیق دے اور زمانے کے امام کو پہچاننے کی توفیق دے اور ہمیں بھی چاہئے کہ ہم حکمت کے ساتھ اس پیغام کو ساری دنیا میں پھیلانے والے ہوں۔ خدا تعالیٰ کا عذاب بھی بہت برا ہے اس لئے ہمیں خدا تعالیٰ کی رحمت کے طلبگار بننا چاہئے۔

اس خلاصہ خطبہ کے آخر میں مسجد بیت الحمید کا فون نمبر بھی درج کیا گیا ہے تاجو لوگ مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں وہ کال کرلیں۔ 909-627-2252

ہفت روزہ پاکستان ایکسپریس نے اپنی شاعت 12 فروری 2010ء صفحہ 13 پر خاکسار کے مضمون بعنوان ’’ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے‘‘ کی دوسری قسط خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کی۔

خاکسار نے اس مضمون کے شروع میں اللہ تعالیٰ کے اس جاری قانون کی طرف توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ خاکسار نے لکھا کہ وطنِ عزیز کے بارے میں کبھی بھی کوئی خوشی کی خبر سننے کو نہیں ملتی۔ یہاں امریکہ میں شائع ہونے والے اخبارات ہی کو دیکھ لیں ہر اخبار میں بیسیوں لکھنے والے ہیں جو اپنے اپنے مضامین اور کالموں میں یہی رونا رو رہے ہیں۔ سیاسی، مذہبی، اقتصادی، تمدنی امور میں نہ حکومت کو امن نصیب ہے اور نہ عوام کو۔ یہ ضرور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے اور اس وجہ سے بیرون پاکستان بھی لوگ پاکستانیوں سے نفرت کرنے لگے ہیں اور اس وجہ سے دوسرے ممالک بھی اپنے قوانین میں تبدیلی کررہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ مغربی ممالک میں ہر قسم کی آزادی تھی خصوصاً مذہبی آزادی۔ یہ ممالک (مغربی) ہر شخص کو ان کے بنیادی حقوق دیتے ہیں اور اس میں مذہب کی آزادی سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی آزادی، تبلیغ کی آزادی، اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کی آزادی، اب ان آزادیوں پر یہی ممالک پابندیاں لگا رہے ہیں۔ جیسے کہ سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے مینار بنانے پر پابندی کا سب نے سنا ہوگا۔ پھر فرانس میں مسلمان عورتوں پر حجاب لینے کی پابندی پھر امریکہ کے ہوائی اڈوں پر حفاظتی اقدامات کے لئے مشینیں۔ اس کا کون ذمہ دار ہے؟ یہ ممالک تو ہر قسم کی آزادیاں دے رہے تھے تو پھر ایسا کیوں ہو رہا ہے یہ سب کچھ مسلمانوں کے اعمال اور کرتوتوں سے ایسا ہونے جارہا ہے۔

خاکسار نے بی بی سی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جو 12 جنوری کو شائع ہوئی تھی۔ اس میں Islam for UK کا فیصلہ ہے۔ دوسری خبر اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے جس میں ایک 17 سالہ نوجوان عبدالمالک نے اقرار کیا کہ انہیں رات کے اندھیرے میں لڑکیاں جسمانی اعضاء لگا کر بہکاتی ہیں کہ تم شہادت کا درجہ پاؤ تو جنت میں اس سے بھی بہتر حوریں تمہارا استقبال کریں گی۔

یہ خبر اس سے قبل بھی خاکسار ٹورانٹو کے اخبار لیڈر کے حوالہ سے گزشتہ لکھ چکا ہے۔ اس خبر کو پڑھ کر آپ کیا کہیں گے کیا یہ اسلامی تعلیم ہے؟ ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے دوسرے مسلمان بھی ان ممالک میں نفرت کا نشانہ بن رہے ہیں۔ پس توبہ کرنی چاہئے، استغفار کرنی چاہئے اور خدا تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم کرکے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے۔ مضمون کے آخر میں خاکسار نے حضرت مسیح موعود کا ایک حوالہ درج کیا ہے جو کشتی نوح سے لیا گیا ہے کہ

’’اس کی توحید کو زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو...... چاہئے کہ ہر صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔‘‘

پاکستان ایکسپریس نے اپنی اشاعت 19 فروری 2010ء صفحہ 14 پر پورے صفحہ پر ہمارا اشتہار حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس اشتہار کا عنوان ہے۔

’’ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا

گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔‘‘

آسمان میرے لئے تو نے بنایا اِک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

یہ پورے صفحہ کا اشتہار ہے۔حضرت مسیح موعود کی تصویر کے نیچے جلی حروف میں یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:

’’میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا ہے اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دیئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک کے لئے خبریں دی ہیں۔ پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو اس قدر دلائل اس میں کبھی جمع نہ ہو سکتے تھے۔ علاوہ اس کے خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں اس بات پر گواہ ہیں کہ مفتری کو خدا جلد پکڑتا ہے اور نہایت ذلت سے ہلاک کرتا ہے۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ میرا دعویٰ منجانب اللہ ہونے کا تیئس برس سے بھی زیادہ کا ہے۔‘‘

اے تمام لوگو سن رکھو! کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے کہ جس نے زمین و آسمان کو بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا......

اور ہر ایک جو اس کو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔‘‘ ضرور تھا کہ مسیح موعود کے ساتھ ٹھٹھا کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ ۚ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ (یاسین: 31) پس خدا کی طرف سے یہ نشان ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔‘‘

ڈیلی بلٹن نے اپنی اشاعت 26 فروری 2010ء صفحہ A9 پر ہماری ایک انٹر فیتھ کی خبر شائع کی ہے جس کی سرخی یہ ہے:

Mosque is visited by Lutheran Church Members

لوتھرن چرچ کے لوگوں نے مسجد (بیت الحمید) کا وزٹ کیا

مسجد بیت الحمید نے گزشتہ ہفتہ چینو کے لوتھرن چرچ کے 15 افراد (سنڈے سکول کے) کی مہمان نوازی کی۔ امام شمشاد ناصر نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ لوتھرن چرچ کی لیڈر Namey Perez اپنے لوگوں کو لے کر آئی تھیں۔ آنے والے مہمان، خصوصاً مسلمانوں کی نماز کا طریق دیکھنے کے لئے آئے تھے کیونکہ یہ ان کی سٹڈی کا ایک اہم حصہ تھی۔ انہوں نے امام شمشاد کے ساتھ دیگر سوالات بھی کئے۔ گروپ کے لوگ نماز مغرب کے وقت مسجد آئے تا کہ نماز کی ادائیگی کو دیکھ سکیں۔ نماز کے بعد کانفرنس روم میں ان کی مہمان نوازی اور سوالوں کے جواب دیئے گئے۔ یہ میٹنگ 2 گھنٹے تک جاری رہی۔ اخبار نے لکھا:

ہفت روزہ پاکستان ایکسپریس نے اپنی اشاعت 5 مارچ 2010ء صفحہ 6 پر خاکسار کا مضمون بعنوان ’’پردہ ...... حیا اور عفت کا نگہبان‘‘ خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اخبار کے ایڈیٹر نے اس کے ساتھ 2 خواتین کی تصویر دی ہے جو برقع میں ملبوس ہیں۔

اس مضمون میں خاکسار نے مختصراً یہ بتایا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے انسان کی تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق راہنمائی کی ہے۔ مذہب کا سب سے بڑا مقصد انسان کو خدا کے قریب تر لانا اور اس کے ساتھ زندہ تعلق پیدا کرنا ہے اور اس کے لئے اسلام نے بعض بہت ہی بنیادی باتیں سکھائی ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان با اخلاق اور پھر با خدا انسان بن جاتا ہے۔

خاکسار نے لکھا کہ آج کل یورپین ممالک میں پردہ کے خلاف بہت بڑی مہم چلائی جا رہی ہے یہ لوگ نہیں چاہتے کہ مسلمان خواتین پردہ کریں۔ اس میں ایک تو خود بعض مسلمانوں کا ہی قصور ہے کیونکہ انہوں نے دہشت گردی کر کے اسلام کو بدنام کر دیا ہے، دوسرے یہ لوگ تو شروع ہی سے اسلام کے خلاف ہیں اور چاہتے ہیں کہ جن جن بے حیائیوں میں یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں مسلمان بھی اسی طرح ہو جائیں۔ پھر مسلمان بھی خود احساس کمتری کا شکار ہو رہے ہیں اور وہی حرکتیں کرتے ہیں جو غیر مسلم کر رہے ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں خاکسار نے سویڈن کے وزیر اعظم کا بیان بھی نقل کیا ہے کہ ان کا بیان قابل ستائش ہے کہ ان کے ملک میں پردہ یا برقع پر پابندی نہیں ہو گی کیونکہ سویڈن کی یہ پالیسی نہیں ہے کہ لوگوں کے نجی معاملات میں دخل دے۔

اس کے بعد خاکسار نے ’’اسلامی پردہ‘‘ کے عنوان سے قرآن کریم کی سورۃ النور کی آیات کا ترجمہ لکھا ہے اور پھر بتایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ بدی سے بچنے کا اور عفت و حیا کو قائم رکھنے کا نسخہ کا بتایا ہے کہ وہ آنکھیں اور نظریں ہمیشہ نیچے رکھیں۔ پھر انجیل کی تعلیم بتائی ہے جس میں حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری آنکھیں دوسروں کو دیکھتی ہیں شہوانی نگاہ سے تو آنکھوں کو نکال دو۔ کیا اس پر عمل ہو سکتا ہے؟ خاکسار نے لکھا کہ گزشتہ ہفتہ لوتھرن چرچ کے 15 مرد و خواتین ہماری مسجد میں آئے انہوں نے مسجد دیکھی، نماز مغرب میں شامل ہوئے اور پھر انہوں نے درج ذیل سوالات کئے۔

1۔ ہماری عورتیں الگ نماز کیوں پڑھتی ہیں؟

2۔ پارٹیوں سے آپ لوگ عورتوں کو الگ کیوں رکھتے ہو؟

3۔ خواتین سے پردہ کیوں کرایا جاتا ہے۔ وغیرہ۔

خاکسار نے اسلامی تعلیم کی حکمت بیان کی اور پھر حضرت مریم کی جو یہ مزعومہ تصویر بناتے ہیں اس کے بارے میں اور چرچ میں سو ڈیڑھ سو سال پہلے جو روایت تھی کہ وہ بھی اپنی عورتوں کی مردوں سے الگ رکھتے تھے اس کا بیان کیا۔ اور پھر پوچھا کہ یہ سب کچھ اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے کہ نہیں؟

اور آخری سوال خاکسار نے یہ کیا کہ جس آزادی کا پرچار آپ کر رہے ہیں یہ آزادی آپ کو کس نے دی ہے؟ حضرت عیسیٰؑ نے؟ انجیل نے؟ پرانے عہد نامے نے؟ جس کا جواب ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

خاکسار نے مضمون میں حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کبیر سے سورۃ النور کی مذکورہ بالا آیت کی تشریح بھی لکھی۔ اسلامی پردہ کے عنوان کے تحت حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ملفوظات سے حوالہ بھی درج کیا جس میں آپ علیہ السلام نے اسلامی پردہ کی فلاسفی اور حکمت بیان فرمائی ہے اور اسلامی پردہ سے زندان مراد نہیں ہے بلکہ ہر دو کو ٹھوکر سے بچانا ہے۔

ڈیلی بلٹن نے اپنی اشاعت 5 مارچ 2010ء سٹی نیوز صفحہ 2 پر مختصراً اس عنوان سے ہماری خبر دی:

Mosque is visited by Christian Church members.

کہ ’’مسجد کو عیسائیوں نے وزٹ کیا‘‘

اس میں بتایا گیا ہے کہ عیسائی چرچ کے 15 لوگوں نے مسجد بیت الحمید کا وزٹ کیا اور امام شمشاد ناصر نے انہیں مسجد میں خوش آمدید کہا۔

مہمان (عیسائی) اس بات میں خاص دلچسپی رکھتے تھے کہ وہ مسلمانوں کی نماز کا مشاہدہ کریں کہ یہ کس طرح ادا کی جاتی ہے۔ نماز کے بعد تمام مہمان کانفرنس روم میں جمع ہوئے جہاں ان کی ضیافت بھی کی گئی اور امام شمشاد ناصر نے ان کے سوالوں کے جواب بھی دیئے۔ یہ میٹنگ دو گھنٹے تک جاری رہی۔ میٹنگ کے اختتام پر سب نے کہا کہ انہیں اسلام کے بارے میں بہت غلط فہمیاں تھیں لیکن اس میٹنگ میں غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس قسم کی میٹنگز ہوتی رہنی چاہئیں۔

انڈیا ویسٹ نے اپنی 5 مارچ 2010ء صفحہ B-21 پر ایک اچھی بڑی تصویر کے ساتھ ہماری خبر شائع کی۔ اس تصویر میں خاکسار لوتھرن چرچ کے عیسائی مہمانوں کے ساتھ بیٹھا ہے اور ان کے سوالات کے جوابات دے رہا ہے۔ خبر کا عنوان بھی یہ ہے کہ لوتھرن چرچ کے عیسائی لوگوں کی بیت الحمید مسجد میں مہمان نوازی کی گئی۔ خبر کا متن وہی ہے جو اس سے قبل گزر چکا ہے۔

انڈیا پوسٹ نے اپنی اشاعت 5 مارچ 2010ء صفحہ 15 پر دو بڑی تصاویر کے ساتھ ہماری بھی خبر شائع کی ہے جس کا متن اوپر گزر چکا ہے۔ ایک گروپ فوٹو ہے سب کے ساتھ اور دوسری تصویر میں کانفرنس روم میں سب مہمان خاکسار کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

خبر میں ایک بات کو جلی حروف میں لکھا گیا ہے کہ دونوں گروپ اس بات پر متفق تھے کہ اس قسم کی میٹنگز سے آپس میں تعلقات بڑھائے جا سکتے ہیں اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

اس خبر کے رائٹر مسٹر جے ایس بیدی صاحب ہیں۔

الاخبار نے جو عربی اخبار ہے اپنی انگریزی سیکشن کی اشاعت 11 مارچ 2010ء صفحہ 25 پر ہماری مندرجہ بالا خبر تین تصاویر کے ساتھ دی ہے۔ خبر کا عنوان ہے کہ چرچ کے لوگ چینو کی مسجد کا وزٹ کرتے ہیں۔ خبر کا متن وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

الاخبار نے اپنی اشاعت 11 مارچ 2010 صفحہ 11 پر عربی سیکشن میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ نصف سے زائد صفحہ پر حضور انور کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔ خطبہ کا عنوان اخبار نے یہ لگایا ہے:

’’مسلمانوں کی زندگی میں جمعہ کی اہمیت‘‘

خطبہ کے شروع ہی میں اخبار نے لکھا کہ امام جماعت احمدیہ مرزا مسرور احمد نے جمعہ کی اہمیت پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن دنوں میں بہت مبارک ہے۔ ہمیں یہ دن عبادت، دعاؤں میں گزارنا چاہئے اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مسجد میں جمعہ کی ادائیگی سے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ملاقات ہو جاتی ہے۔ جس سے اخوت و محبت اور بھائی چارہ بڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں اس دن آنحضرت ﷺ کی اتباع میں جمعہ کی ادائیگی آپ کی سنت کے مطابق کرنی چاہئے اور اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الحدید کی آیت یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوۡا بِرَسُوۡلِہٖ یُؤۡتِکُمۡ کِفۡلَیۡنِ مِنۡ رَّحۡمَتِہٖ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِہٖ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (الحدید: 29)

آپ نے فرمایا کہ ہماری حقیقی خوشی اس میں ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ہمارے سارے سابقہ گناہ بخش دیتا ہے اسی طرح امام مرزا مسرور احمد صاحب نے سورۃ مائدہ کی آیت بھی تلاوت کی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یَآ اَھْل بقیہ صفحہ 15 پر

ہادی علی چوہدری۔ نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا وصفِ شعر و سخن

قسط اول

ہر صاحب ذوق تجزیہ نگار کسی شاعر کی شعر و سخن میں بلندی اور کمال کے تجزیہ کے لئے اپنے ذوق کے مطابق معیار مقرر کر لیتا ہے۔ لیکن اگر اس کے لئے حسب ذیل چار امور مدنظر رکھے جائیں تو امید ہے کہ یہ ایک حقیقی جائزہ ہو گا مثلاً۔

اول: یہ کہ اس کے شعری تخیل، استغراق اور تخلیق کا سرچشمہ کیا ہے۔

دوم: یہ کہ اس کا کلام کن خصائل اور خواص و خوبیوں سے مزین ہے۔

سوم: یہ کہ وہ شعر و سخن میں صاحب کمال شعراء اور اساتذہ فن کے کلام کا فہم و ادراک کس حد تک رکھتا ہے اور

چہارم: یہ کہ وہ داد داوری میں کس درجہ خالص و صادق، تنقید میں کس قدر بلند و رفیع اور اصلاح و تجویز میں کتنا بلیغ و وسیع ہے۔

شاعری کے تجزیہ میں عموماً شعر کے تکنیکی فن مثلاً علم عروض وغیرہ کو بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ شعر کی صنعت اور اس میں الفاظ و جمل کی تنصیب میں علمِ شعر کی جملہ شاخیں انتہائی اہم کردار کی حامل ہیں۔ مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ دستِ قدرت کے تراشے ہوئے شاعر کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ بذاتِ خود قدرت کی صناعی کا ایک شاہکار ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا کلام شاعری کے مروجہ ماخذ اور علم نقد و نظر کی تیشہ زنی سے بالا بھی ہوتا ہے اور اعلیٰ بھی۔ جس طرح ایک خوش گلو کچھ بھی گنگنائے، اس کی آواز میں خاص کھنک اور نغمگی مترنم ہوتی ہے، اسی طرح دستِ قدرت کے تخلیق کردہ شاہکار شاعر کا عام کلام بھی شعریت کی بُو باس سے لبریز اور عروض کے اَوزان میں تُلا ہوا ہوتا ہے۔ سو حقیقی شاعر اپنا کلام مشقِ سخن کے ذریعہ قطع وضع نہیں کرتا، استغراقِ ذات سے تخلیق کرتا ہے یا دستِ قدرت خود اسے تراشتا ہے۔ پس جس درجہ کا استغراقِ ذات ہوتا ہے یا جس مرتبہ کی صنعتِ قدرت کی کارفرمائی ہوتی ہے، اسی مقام کا شعر ظہور کرتا ہے۔

شعر و سخن کی آگہی کے ان دریچوں سے بھی اگر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے شعری کلام کو دیکھا جائے تو آپؒ بحیثیتِ شاعر اسی زمرہ میں سرو قامت دکھائی دیتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ اپنے معجزانہ تصرف سے اور خاص اغراض کے لئے شعر و سخن عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا آپؒ کا کلام نہ صرف شاعری کے مروجہ معیاروں پر کما حقہ، پورا اترتا بلکہ ان کی پرکھ سے بالا تر ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ کیونکہ درحقیقت اہلُ اللہ کی شاعری کا اول مقصد ترسیلِ پیام اور ابلاغ عام ہے۔ غالباً اسی کے پیشِ نظر کسی نے خوب کہا ہے کہ ’’شاعری جزویست از پیغمبری‘‘۔ کہ شاعری پیغمبری ہی کا ایک جزو ہے۔ لہٰذا شعر و سخن ایسے باکمال لوگوں سے اپنی سند لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ باکمال لوگ شاعری کی روایات و اسالیب کے پابند نہیں ہوتے بلکہ فن شعر و سخن ان سے سند حاصل کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شعر تخیلاتِ روح کے سوتوں سے پھوٹتا ہے، فکر و ادراک کی گود میں پروان چڑھتا ہے اور مشقت و مزاولت کی منزلیں طے کرتا ہوا روح، احساس اور شعور کے سرچشموں سے سیراب ہوتا ہے۔ لہٰذا چشمے کا بڑا یا چھوٹا ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اصل یہ ہے کہ اس کا منبع کیا ہے اور اس سے پھوٹتا کیا ہے، اس میں زور ہے تو کتنا، اس کی تاثیر ہے تو کیا، اس میں لذت ہے تو کیسی اور درد ہے تو کونسا؟ نیز یہ کہ پڑھنے اور سننے والا بقدرِ ہمت و قدرت سیراب بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ

آپؒ کے کلام کا سرچشمہ

دیگر بیشمار صفات کی طرح شاعری بھی انسان کی ان اوصاف میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ اسے ودیعت کرتا ہے۔ اور درحقیقت یہی اصل شاعری ہے یا شاعری کی اصل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک اولاد میں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی شعری وصف سے نوازا تھا۔ اس مبارک خاندان کے اور افراد بھی اس وصف سے مزین ہوئے۔ اسی تسلسل میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمدؒ کو بھی قادر و علیم صناعِ قدرت نے یہ وصف خود اپنی جناب سے عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے بھی بازیچہ اطفال میں ہی شعر بُننے شروع کر دئے تھے۔ الفاظ کا جڑاؤ اور شعر و مصرعے کی تراش خراش اور ان کا وزن آپ کے اندر قدرتی طور پر ودیعت تھا۔ چنانچہ حسب ذیل شعر غالباً آپؒ کا پہلا شعر ہے۔ جو آپؒ 1934ء میں پانچ برس کی عمر میں گنگناتے پھرتے تھے کہ

نام میرا طاہر احمد، طاری کہتے ہیں
مسیح موعود کے گھر میں بڑی خوشی سے رہتے ہیں

اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپؒ کو اس کا شعور تھا بھی یا نہیں کہ یہ شعر ہے یا ایامِ طفولیت کی وہ لہر جس میں بچے بسا اوقات ان چند الفاظ کو جو زبان پر مچل جائیں، گنگنانے لگتے ہیں۔ چنانچہ پانچ سالہ صاحبزادہ صاحب جب گنگنانے لگے تو وہ الفاظ منتشر اور غیر منظم نہیں تھے بلکہ ایک شعر میں مرصع و منضبط تھے۔ یعنی یہ ایک مکمل شعر تھا۔ اس شعر کا پہلا مصرعہ علمِ شعر و عروض کے لحاظ سے اپنی صنعت میں مکمل طور پر درست ہے۔ گو دوسرے مصرعے میں اس کا وزن معمولی سا الجھا ہے۔ مگر اپنی شعریت میں مکمل ہے۔ ہاں اسے اگر ماحول کے مروجہ پنجابی لہجے میں پڑھا جائے تو یہ اپنے وزن میں بھی قائم ہو جاتا ہے۔

اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عام قانونِ قدرت کے تحت اس عمر کے بچے کے تخیلات اس کے آشیانے کی دیواروں کو نہیں پھاند سکتے۔ اس کی یہی کل کائنات ہوتی ہے جس میں وہ اپنی زندگی کی تمام لذتوں، راحتوں اور خوش بختیوں کو محسوس کرتا اور ان سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ یہی راحتیں اور خوش بختیاں اس کی گنگناہٹوں کو راگ عطا کرتی ہیں۔ شعری صنعت سے بے نیاز بچپن کی موج ترنگ میں ڈھلی ہوئی اس گنگناہٹ میں بھی آپؒ کی اس فطرتی سعادت کی آواز سنائی دیتی ہے جو حضرت مسیح موعود کے ’’الدار‘‘ سے وابستہ ہے۔ اس زمانے میں تصنع اور تکلف سے مبرا جن جذباتِ امتنان و اطمینان کا اظہار اس شعر سے پھوٹتا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپؒ کی قلبی وابستگی کا غماز ہے۔ اس کے بعد جب آپؒ کچھ شعور کی عمر کو پہنچے تو باقاعدہ شعر کی تخلیق ہوگئی۔ 1944ء میں آپؒ کی والدہ ماجدہؓ کا انتقال ہوا تو آپؒ نے ان کو سفر آخرت کے لئے الوداع کرتے ہوئے کہا:

’’گو جدائی ہے کٹھن دور بہت ہے منزل
پر مرا آقا بلا لے گا مجھے بھی اے ماں!
اور پھر تم سے مَیں مل جاؤں گا جلدی یا بدیر
اُس جگہ، مل کے جدا پھر نہیں ہوتے ہیں جہاں‘‘

اُس وقت جب آپؒ نے یہ اشعار قلمبند کئے، آپؒ کی عمر سولہ برس تھی۔ یہ گویا آپؒ کی شاعری کی شروعات تھیں۔ دردِ نہاں کے سوتوں سے پھوٹتی ہوئی آپؒ کی ابتدائی شاعری میں سے ایک نظم جس کا پہلا شعر آپ کی والدہ مرحومہؓ کی اک تصویر کا مرہونِ منت ہے۔ دل کا جو درد اس شعر میں جھلک رہا ہے، وہ ہر قاری کے دل میں بھی درد کی ایک کسک جگا دیتا ہے۔ آپؒ کہتے ہیں:

تیرے لئے ہے آنکھ کوئی اشک بار دیکھ
نظریں اٹھا خدا کے لئے ایک بار دیکھ

پھر آپؒ ضبطِ الم کی کیفیت بے ضبط کو کس بے اختیاری سے بیان کرتے ہوئے بندِ صبر و شکیب کو آنسوؤں سے سجاتے ہوئے کہتے ہیں:

تُو مجھ سے آج وعدہ ضبطِ الم نہ لے
ان آنسوؤں کا کوئی نہیں اعتبار دیکھ
بندِ شکیب توڑ کر آنسو برس پڑے
اپنوں پہ بھی نہیں ہے مجھے اعتبار دیکھ

یعنی اس دنیا میں اگر کسی پر اعتبار ممکن ہے تو خدا تعالیٰ پر ہے جو ہمیشہ سہارا اور ساتھ دینے والا رفیق اعلیٰ ہے۔ اپنوں پر کوئی کیا انحصار کر سکتا ہے۔ اس آخری شعر میں لفظ ’’اپنوں‘‘ ذومعنی بھی ہے اور سچائیوں سے سینچا ہوا بھی۔ اس شعر میں سموئے ہوئے تخیل کی گہرائی میں ایک منزل بھی اتریں تو اس کی پنہائیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے مثلاً یہ کہ دنیا میں ماں سے زیادہ اپنا کوئی نہیں ہوگا۔ اگر وہی چھوڑ جائے تو انسان پھر کس پر اعتبار کرے۔ پس دنیا میں انسان کو کبھی اپنے چھوڑ جاتے ہیں اور کبھی وہ اپنوں کو چھوڑ جاتا ہے۔ یہاں ’’اپنوں‘‘ کا لفظ ایک گہرا اور لطیف پہلو بھی لئے ہوئے ہے جو اپنی ’’ذات‘‘ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ خود مجھے اپنے آپ پر بھی اختیار نہیں کہ آنسوؤں کو اپنے قابو میں رکھ سکوں۔ پس اصل حقیقت، پناہ، ساتھی اور سہارا خدا تعالیٰ ہے جو ساتھ بھی رہتا ہے اور باقی بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی سچائی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے

فرماتے ہیں:

خویش، قوم وقبیلہ پُر زدغا تو بریدہ برائے شاں زخدا

کہ اپنے ہوں یا قوم و قبیلے والے، سب ایک طرح کے دھوکے سے بھرے ہوئے ہیں۔کیا تُو ان کی خاطر خدا تعالیٰ سے تعلق قطع کرتا ہے؟ یعنی وہ جو چھوڑ جانے والے ہیں، ان پر اعتبار کی بجائے خدا تعالیٰ پر اعتبار اور انحصار کرنا ہی اصل حقیقت ہے۔

آپؒ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں اپنی ان ابتدائی نظموں اور اشعار پر نظر ثانی فرمائی جو ''کلامِ طاہر'' میں ''ابتدائی کلام کے چند نمونے'' والے حصے میں شائع شدہ ہیں۔ان میں سے چند اشعار بطور نمونہ درج ہیں۔

منتظر ہیں ترے آنے کا رہا ہوں برسوں
یہ لگن تھی تجھے دیکھوں تجھے چاہوں برسوں
اے مجھے ہجر میں دیوانہ بنانے والے
غم فرقت میں شب و روز ستانے والے
اے کہ تو تحفہ درد و غم و ہم لایا ہے
دیر کے بعد بڑی دُور سے آنے والے
جا کہ اب قرب سے تیرے مجھے دکھ ہوتا ہے
اے شبِ غم کے سویرے مجھے دکھ ہوتا ہے

1944ء کی ایک اور نظم ملاحظہ ہو۔

یہ دو آنکھیں ہیں شعلہ زا۔ یا جلتے ہیں پروانے دو
یہ اشک ِ ندامت پھوٹ پڑے۔ یا ٹوٹ گئے پیمانے دو
پہلے تو مری موجودگی میں تم اکتائے سے رہتے تھے
اب میرے بعد تمہارا دل گھبراتا ہے گھبرانے دو

شعری تخلیق کا سلسلہ جاری ہو چکا تھا اور جاری رہا۔تقسیم ہند کے بعد بھی آپؒ نے کچھ نظمیں کہیں جن میں ''خدام احمدیت'' نغمہ بھی قابلِ ذکر ہے۔اسی طرح لندن میں تعلیم کے لئے قیام کے دوران بھی آپؒ اپنے رہائشی کمرے کی تنہائیوں میں حسبِ آمد و آوَرد فکرِ سخن کرتے تھے۔ لیکن آپؒ کے صرف چند ایک ہم عصر ہی اس سے واقف تھے۔ان دنوں ٹیپ ریکارڈر کی ایجاد نئی نئی تھی۔مکرم چوہدری انور احمد کاہلوں صاحب نے پاکستان جاتے وقت آپؒ سے خواہش ظاہر کی کہ اپنی کچھ نظمیں اور

غزلیں ریکارڈ کروا دیں تا کہ ربوہ جا کر وہ آپؒ کے والد ماجد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔

مکرم چوہدری انور احمد کاہلوں صاحب نے آپؒ کا کچھ کلام ریکارڈ کیا اور پاکستان جانے سے قبل ایک دن اتفاقاً حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کو آپؒ کا ریکارڈ کردہ منظوم کلام سنایا۔بڑی توجہ اور غور سے سماعت کے بعد حضرت چوہدری صاحبؓ فرمانے لگے:

''ان اشعار میں تو ان زخموں کے نشان صاف دکھائی دے رہے ہیں جو اُن کے قلب و ذہن پر ان کی والدہ کی وفات کی وجہ سے مرتسم ہوئے ہیں۔''

سالوں بعد جب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کے اس تبصرے کا صاحبزادہ صاحبؒ کو علم ہوا تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ صحیح ہے کہ میرے ابتدائی اشعار غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے شعر کیا تھے میرے قلبی حزن و ملال کا اظہار تھا۔میں سطحی موضوعات پر شعر کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔شعر میں جذبے کا ہونا ضروری ہے۔...ہو سکتا ہے کہ شعر کے اس تخلیقی عمل کا تعلق اس صدمے سے ہو جس کی طرف چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اشارہ کیا تھا۔

لیکن حقیقت تمام تر یہ نہیں تھی۔میں اپنے گردوپیش اوروں کے غم دیکھ کر بھی اکثر غمگین ہو جایا کرتا تھا اور دل ہی دل میں غم کی یہ صلیب اٹھائے پھرتا تھا اور پھر غم کا یہ احساس شعر کے قالب میں ڈھل جاتا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ جب میرے والد ماجد نے میرے اشعار کے ریکارڈ سُنے تو فرمایا۔ ''میری خواہش تو یہ ہے کہ نوجوان اپنی نظریں بلند رکھیں''۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ نوجوان چاروں طرف پھیلے ہوئے غم اور اندوہ کے اس طوفان کے سامنے ڈٹ جائیں اور اپنی منظومات میں اسی عزم کا اظہار کریں اور اسی کو موضوع سخن بنائیں۔ہمارے والد ماجد ہماری تعریف کرتے وقت بڑے حزم واحتیاط سے کام لینے کے عادی تھے۔اپنی خوشنودی کا اظہار بڑے محتاط لفظوں میں کرتے۔کبھی کبھی تعریف بھی کرتے لیکن اکثر خاموش رہتے۔ان کی خواہش تھی کہ ہماری شخصیت بلا روک ٹوک کسی قسم کی دخل اندازی اور سہارے کے بغیر پروان چڑھے۔

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ہمارے اندر یہ شعور بیدار ہو کہ ہم بھی عام انسانوں کی طرح کے انسان ہیں اور امامِ وقت کا فرزند ہونے کی وجہ سے ہمیں کوئی خصوصیت یا برتری حاصل نہیں۔''

حضرت مصلح موعودؓ رضی اللہ عنہ کے نوجوانوں کے لئے مذکورہ بالا اظہارات اور توقعات کی جھلک بھی آپؒ کے کلام میں نمایاں نظر آتی ہے۔آپؒ نے نہ صرف اپنی نظروں کو بلند وبلیغ رکھا اور رفعتوں کا سفر اختیار کیا بلکہ اپنے ساتھیوں اور اپنی جماعت کو بھی ان رفعتوں سے ہمکنار ہونے کا درس، حوصلہ اور زادِ راہ دیا۔

آپؒ کے کلام کے محاسن

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا کلام شعر وسخن کی تمام درخشندہ خوبیوں سے مزین اور اس کی صنعت و ترکیب کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔حمد و ثنا میں آپؒ کا کلام بے نظیر ہے تو طرب و مزاح میں بے مثال۔نعت بھی اپنے مضمون میں کمال عروج پر ہے تو رنگِ تغزل بھی دلفریب جوبن کی دلکشی پیش کرتا ہے۔الغرض جس پہلو سے دیکھیں یا جس نوع سے بھی پرکھیں آپؒ شاعری کے روایتی معیاروں کی بلندیوں پر فائز ہیں۔یعنی اصنافِ شاعری کے کسی پیمانے پر بھی پرکھا جائے اور دیگر شعراء سے موازنہ کیا جائے تو لاجرم آپؒ ان میں شمشاد قامت ہیں۔

صنفِ نعت

آپؒ کے نعتیہ کلام میں نعت ''اے شاہِ مکی و مدنی سید الوریٰ'' میں رؤیا میں سنائی دینے والے کلمات ''اے میرے والے مصطفیٰ'' میں جہاں وارفتگی میں ٹوٹ کر ایک استغراقی اپنائیت کا اظہار ہوا ہے وہاں اس میں اپنے محبوب آقا و مولیٰ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰؐ پر اپنے اس خاص حق ایمان کا بھی اظہار ہے جس میں ایک احمدی دوسروں سے لاکھوں گنا ممتاز ہے۔یہ حق وہ ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرماتے ہیں:

''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ہم جس قوت، یقین، معرفت اور بصیرت سے آنحضرتؐ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختمِ نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختمِ نبوت کیا ہوتا ہے، اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرتؐ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس کے عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 243)

اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ پر اپنے اس حقِ ایمان کا اظہار اس نعت میں نمایاں ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مذکورہ بالا بیان میں علیٰ وجہ البصیرت اور عملی سچائیوں کے ہمراہ موجود ہے۔

جہاں تک مصرعہ ''اے میرے والے مصطفیٰؐ....'' کا تعلق ہے، آپؒ اس کی عمیق گہرائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس نظم کا شانِ نزول تو ایک رؤیا میں ہے جس میں ایک شخص کو دیکھا جو بڑی پُر درد آواز میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ رسول اللہؐ کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی کلام پڑھ رہا ہے۔ان شعروں کا عمومی مضمون تو مجھے یاد رہا مگر الفاظ یاد نہیں رہے۔البتہ ایک مصرعہ جو

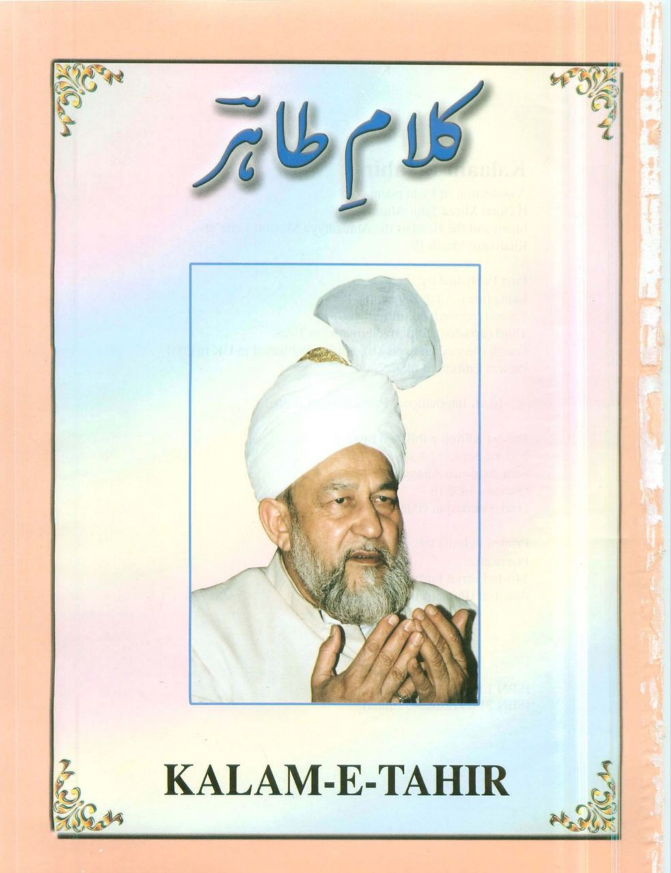

غیرمعمولی طور پر میرے دل پر اثر کرنے والا تھا وہ ان الفاظ پر مشتمل تھا:

''اے میرے والے مصطفیٰؐ''

خواب میں اس کا جو مفہوم سمجھ میں آیا وہ یہ تھا کہ لفظ 'والے' نے بجائے اس کے کہ سقم پیدا کیا ہو اس میں غیر معمولی اپنائیت بھر دی اور قرآن کریم کی بعض آیات کی بھی تشریح کر دی جن کی طرف پہلے میری توجہ نہیں تھی۔ عموماً یہ تأثر ہے کہ صرف رسول اللہؐ ہی مصطفیٰ ہیں حالانکہ قرآن کریم میں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، اور آل ابراہیم (اسحٰقؑ، یعقوبؑ، اسمٰعیلؑ) حضرت موسیٰؑ اور حضرت مریمؑ حتیٰ کہ بنی آدم کے لئے بھی لفظ اصطفیٰ استعمال ہوا ہے۔ تو مصطفیٰ ایک نہیں، کئی ہیں۔ پس اگر یہ کہنا ہو کہ باقی بھی مصطفیٰ ہوں گے مگر میرے والا مصطفیٰ یہ ہے تو اس کا اظہار ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ میں ممکن نہیں۔ یہ بات ایسی ہی ہو گی جیسے کوئی بچہ ضد کرے کہ مجھے میرے والی چیز دو۔ میرے والی کہنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مجھے محض یہ چیز نہیں چاہئے بلکہ وہی چیز چاہئے جو میری تھی۔ اس طرزِ بیان میں اظہارِ عشق بھی محض ''میرے مصطفیٰ'' کہنے کے مقابل پر بہت زیادہ زور مارتا ہے۔ پس رؤیا میں ہی میں یہ نہیں سمجھ رہا کہ اس میں کوئی نقص ہے بلکہ اس ظاہری نقص میں مجھے فصاحت و بلاغت کی جو لانی دکھائی دی اور مضمون میں مقابلۃً بہت زیادہ گہرائی نظر آنے لگی۔''

(الفضل 4/ ستمبر 2003ء)

صنفِ نعت میں جو کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو عطا کیا ہے وہ اپنے حسن و خوبی، عشقِ رسولؐ کے اظہار اور آپؐ کے مقام و مرتبہ کے بیان اور دیگر خصوصیات میں بے بدل ہے۔ ایسا اعجازی کلام کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہے اور فارسی میں ایک شعر تو ایسا ہے کہ ہزاروں اشعار پر بھی وزنی اور فائق ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

کہ اگر محمدؐ کی صداقت وعظمت کی دلیل چاہتا ہے تو بس (آپؐ کا) عاشق ہو جا۔ پھر دیکھ کہ محمدؐ خود اپنی دلیل آپؐ ہیں۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کی ذات میں اس شعر کا عکس نمایاں نظر آتا تھا۔ محمدؐ نام زبان پر آتے ہی آپؒ کا دل ہر بار آبِ چشم بن کر ٹپک پڑتا تھا اور وارفتگی میں آپؒ کی رندھی ہوئی آواز کے ہمراہ آپؒ کا سراپا اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ ؎ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

وہ ایک عظیم الشان شخص جو عشقِ محمدؐ میں ایسا سرخوش ہوا، ایسا جذب اور ایسا فنا ہوا کہ سچ مُچ اس کا مثیل و مہدی بن گیا۔ وہ پھر اس مقام پر پہنچا کہ جس کا مقتضائے حال یہ تھا کہ ''مَنْ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمُصْطَفٰى فَمَا عَرَفَنِي وَمَا رَاٰى'' کہ جس نے مجھ میں اور میرے مصطفیٰؐ میں فرق کیا اس نے نہ مجھے پہچانا نہ (میری محبت کی حقیقتِ عظمت کو) مشاہدہ کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ اپنی نعت ''ظہورِ خاتم الانبیاء'' میں اس حقیقت کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ ؎

وہ ماہِ تمام اس کا، مہدی تھا غلام اس کا
روتے ہوئے کرتا تھا وہ ذکر مدام اس کا
مرزائے غلام احمد، تھی جو بھی متاعِ
جاں کر بیٹھا نثار اس پر، ہو بیٹھا تمام اس کا
دل اس کی محبت میں ہر لحظہ تھا رام اس کا
اخلاص میں کامل تھا وہ عاشقِ تام اس کا
اِس دَور کا یہ ساقی، گھر سے تو نہ کچھ لایا
مَے خانہ اسی کا تھا، مَے اس کی تھی، جام اس کا
سازِندہ تھا یہ اِس کے سب ساجھی تھے مِیت اس کے
دُھن اِس کی تھی، گیت اُس کے
لب اِس کے، پیام اُس کا

اور پھر اس کی وساطت سے ایک درد بھری یہ التجا بھی کرتے ہیں کہ ؎

اِک میں بھی تو ہوں یارب، صیدِ تہِ دام اس کا
دِل گاتا ہے گُن اُس کے، لب جپتے ہیں نام اُس کا
آنکھوں کو بھی دکھلا دے، آنا لبِ بام اس کا
کانوں میں بھی رس گھولے، ہر گام خرام اُس کا
خیرات ہو مجھ کو بھی اک جلوہ عام اس کا
پھر یوں ہو کہ ہو دل پر الہام کلام اس کا

اس ضمن میں آخری بات یہ ہے کہ صنفِ نعت میں مبنی بر رؤیا آپؒ کی ایک نعت کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، اب ایک اور نعت کا ذکر سنئے جو غزل کے نام پر از راہِ رؤیا اتری۔ یہ نعت نما غزل یا غزل نما نعت بھی یقیناً شعر و سخن میں ایک منفرد نوع کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''میں نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی عزیز ہے وہ میرے لئے ایک مصرعہ پڑھتا ہے اور وہ مصرعہ خواب میں بالکل موزوں ہے یعنی باقاعدہ باوزن مصرعہ ہے لیکن اٹھنے کے بعد پورا یاد نہیں رہا۔ لیکن آخری حصہ اس کا یاد رہا جس کے مطابق پھر یہ غزل کہی گئی۔ مضمون اس کا یہ تھا کہ لوگ آج کل کے زمانہ میں، ابتلا کے زمانہ میں، ایسے ایسے شعر لکھ کر بھجواتے رہتے ہیں، نظمیں کہتے رہتے ہیں تو اجازت ہو تو میں بھی کہوں ایک غزل آپ کے لئے۔

''غزل آپ کے لئے'' کے لفظ بعینہٖ وہی ہیں جو رؤیا میں دیکھے گئے تھے۔۔۔۔۔۔ چنانچہ اس ''آپ کے لئے'' کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جو میں نے غزل کہی اس کے پہلے چند اشعار اور آخری در اصل نعتیہ ہیں۔ وہ میں نے حضرت محمدؐ کو مخاطب کر کے کہے ہیں اور بیچ میں چند اشعار دوسرے مضامین کے لئے ہیں لیکن میں یہ سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے متعلق نہیں کہہ رہا۔ میں نے خود اپنے متعلق تو وہ غزل نہیں کہی تھی۔ اگرچہ کسی اور کے خیال سے بعض دفعہ انسان اپنے متعلق بھی اک آدھ شعر کہہ لیتا ہے کسی انسان کی زبان میں کہ گویا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے یہ پیغام دو۔ ایسے بھی ایک دو شعر اس میں ہیں لیکن در اصل اس کے اکثر شعر نعتیہ ہیں۔ پہلے چند اور آخری خصوصیت کے ساتھ۔ تو اس کا پس منظر ہے جو امید ہے معلوم ہونے کے بعد اس غزل کی طرز بھی سمجھ آجائے گی کہ کیا طرز ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 15 فروری 1990ء)

چست بندشیں

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمدؒ کے کلام کی خوبصورتی یہ بھی ہے کہ اس میں بندشیں بھی چست ہیں اور محاورے بھی۔ جس کی وجہ سے مضمون اور پیغام میں کمزوری یا زبوں کی جھلک تک نہیں ہے۔ آپؒ کے ابتدائی کلام میں سے ''عشقِ نارسا'' کے عنوان سے کہی گئی پچیس اشعار کی نظم کو دیکھیں۔ اس کی ردیف میں لفظ 'سا' اور اس کی سادگی نے ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ہر شعر کو صرف اس دو حرفی لفظ نے آسمان پر بٹھا دیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

کبھی اپنا بھی اک شناسا تھا کوئی میرا بھی آسرا سا تھا
کبھی میں بھی کسی کا تھا مطلوب یا مجھے بس یونہی لگا سا تھا
یوں لگا جب ملا وہ پہلی بار جیسے صدیوں سے آشنا سا تھا
بھر دیا اس نے جو برسوں سے میرے سینہ میں اک خلا سا تھا

ہمہ جہتی

اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ آپؒ چونکہ ایک ہمہ جہات، ہمہ صفات اور ہمہ اغراض الٰہی قائد تھے اور شاعری آپؒ کا مطمحِ نظر نہ تھی۔ اس لئے آپؒ نے زیادہ نہیں لکھا۔ لیکن آپؒ کے کلام میں طرب و مزاح کے ساتھ میرؔ و غالبؔ کے ہنر کی تابانی، معرفتِ یزدانی کی نور افشانی، تصوف کے حال و مقام، جلوہ ہائے حسنِ فطرت بکمالِ تام، مسیحِ زماں کی مسیحائی، عشقِ رسولؐ کی دلربائی، نبیوںؑ سا انذار، رومی و سعدی مثال افکار، تقدیرِ خداوندی سے جُڑی ہوئی پیشگوئیاں اور خوشخبریاں نیز کروڑوں دلوں کی دھڑکنیں بھی موجود ہیں۔ وہ دَورِ گزشتہ کے فکر و ادب سے بھی مرصع ہے اور عصری فکر و نظر کے اعلیٰ سانچے اور زاوئے بھی دکھاتا ہے۔ یعنی اس میں دَورِ ماضی کی جوت بھی ہے اور نئے دَور کی دمک بھی۔

سلاست و روانی

سلاست و روانی آپؒ کے کلام کی ہمراز ہے، جو کسی بھاری بھرکم لفظ کو بھی بڑی آسانی اور ملائمت کے ساتھ اپنے اندر ایسے سمو لیتی ہے جیسے ایک خرام ناز ندی کسی سنگِ راسخ سے چھُو کر ایک گداز ساز چھیڑتی ہوئی گزر جائے۔ پھر آپؒ کے کلام میں لفظوں پر بند بھی کمال کا ہے۔ مثلاً ایم ٹی اے کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

جو اُس کے ساتھ، اسی کی دعا سے اترا ہے
یہ مائدہ ہے ڈشوں میں اتار کر دیکھو

یہ شعر بتاتا ہے کہ قرآن کریم میں مذکور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی دعا والے آسمانی مائدہ کو اب مسیحِ زمان کے ذریعہ آسمان سے اترنے والے آسمانی فیوض و برکات سے مماثلت و مشابہت ہے۔ اس دَور کا یہ آسمانی مائدہ ہے، جسے طعام و طباق (ڈش) کی تشبیہہ میں چن کر آپؒ نے سیٹلائٹ ڈشوں میں پیش فرمایا ہے۔

الغرض آپؒ کے میکدہ سخن کے تمام جام و سبو پُر کیف و پُر سرور اور نشہ خیز ہیں جو قاری کو بقدرِ ہمت عرفان و مطالب سے مخمور اور غور کرنے والے کو مسحور کرتے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ آپؒ کے اشعار دِل میں اترتے

ہی،اثر کرتے ہیں اور انقلاب خیز ہیں۔

شدت و توازنِ جذبات

کہتے ہیں کہ شاعری تو جذبات اور احساسات کا اظہار ہے۔ چنانچہ آپؒ کی شاعری میں شدتِ جذبات و وسعتِ احساسات، لغت کا احاطہ اور پیرایہ اظہار منفرد تھا۔ دورِ ہجرت میں اہلیہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم نور اللہ مرقدھا کی وفات کا صدمہ بہت بھاری تھا۔ مگر اس ضبطِ غم کا اظہار بھی ایک اعجاز تھا۔ اور آپؒ اسی ضبطِ غم کو اللہ تعالیٰ کا ایک فیض پُر از اعجاز بتاتے ہیں۔ آپؒ نے لکھا:

اسی کا فیض تھا ورنہ میری دعا کیا تھی
کہے سے اس کے دکھاتا تھا میرا غم اعجاز
جب اُس کا اذن نہ آیا خطا گئی فریاد
رہی نہ آہ کرشمہ نہ چشم نم اعجاز
غِنا نے اس کی جو عرفانِ بندگی بخشا
نہیں تھا وہ کسی جود و عطا سے کم اعجاز
اسی کو ہوگئیں تم اسی کے اَمر ہی سے تھیں
اَمر بنانے کا دکھلا گئی عدم اعجاز
کبھی تو آکے ملیں گے چلو خدا حافظ
کبھی تو دیکھیں گے احیاءِ نو کا ہم اعجاز

یہاں چند اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ جبکہ پوری نظم اس ردیف قافیہ کے ساتھ ایک اعجاز سے کم نہیں۔ زندگی کی ایک رفاقت ختم ہو رہی ہے لیکن رفیقِ اعلیٰ کی رفاقت کا ذکر بھی دوش بدوش چل رہا ہے۔ یہی نہیں۔ صدمے کی اس شدت میں بھی احساس کی وسعت اپنے دامن میں جن خیالات کو سمیٹتی ہے اور جن غریبوں کی محرومیوں کا احاطہ کر کے صدمے کی شدت کو اور انگیخت کر دیتی ہے، وہ آپؒ کے ایک خط کے اقتباس سے شاید کسی حد تک ظاہر ہو سکے۔ فرمایا:

’’ہجر و فراق کے موضوع پر اچھے شعراء کا پُر تاثیر کلام پڑھ کر بعض دفعہ میں سوچتا ہوں کہ شاعر تو انجمنِ خیال سجا کر اپنی خلوتوں میں کچھ نہ کچھ جلوتوں کے رنگ بھر ہی لیتے ہیں۔ سادہ لوح صلاحیتِ سخن سے عاری لوگ کیا کرتے ہوں گے۔ ان مجبوروں کی تنہائیوں کے خلا کے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے۔ اس ویرانی میں تو لالہ صحرا کا سایہ بھی افعی نظر آتا ہوگا۔‘‘

ہجر و فراق کی ایک الگ داستاں

جدائی کا ذکر چلا ہے تو آپؒ کی ہجرت کے نتیجہ میں ہجر و فراق کی جو تاریخ شروع ہوئی، اس میں پاکستان میں بسنے والے آپؒ کے پیاروں پر ظلم و تشدد کی داستانِ دلفگار بھی داخل ہے۔ اس فضائے درد میں لگتا ہے کہ آپؒ کا کلام ان مجبوروں کے لئے وقف ہوگیا جو آپؒ کی جدائی میں تڑپ رہے تھے۔ ان اسیرانِ راہ مولا کے لئے جن کا جرم کوئی نہیں تھا مگر پسِ دیوارِ زنداں پابندِ سلاسل تھے۔ ان میں وہ بے قصور بھی تھے جو محض خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے دین سے وابستگی کے ’’جرم‘‘ میں پھانسی کی سزائیں سن چکے تھے اور کال کوٹھڑیوں میں موت کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے غم کو دل سے زبان تک لاتے ہوئے آپؒ اپنے خدا سے فریاد بھی کرتے ہیں اور بڑے پیار سے حق و فا میں لپٹا ہوا گلہ بھی کرتے ہیں کہ:

ہیں کتنے ہی پابند سلاسل وہ گنہگار
نکلے تھے جو سینوں پہ ترا نام سجا کے
میں ان سے جدا ہوں مجھے کیوں آئے کہیں چین
دل منتظر اس دن کا کہ ناچے انہیں پا کے
عشاق تیرے جن کا قدم تھا قدمِ صدق
جاں دے دی نبھاتے ہوئے پیمانِ وفا کے
آدابِ محبت کے غلاموں کو سکھا کے
کیا چھوڑ دیا کرتے ہیں دیوانہ بنا کے

ایک طرف اگر اللہ تعالیٰ سے التجاؤں کے دوش بدوش محبتوں کے مان پر شکوے بھی ہو رہے تھے تو دوسری طرف پیار اور شفقتوں بھرے پیغاموں اور دل سے دلاسوں کی ترسیل جاری تھی۔ اپنی سانسوں میں بسنے والوں سے بڑی دل سوزی سے خطاب ہو رہا تھا۔

دیارِ مغرب سے جانے والو! دیارِ مشرق کے باسیوں کو
کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا
ہمارے شام و سحر کا کیا حال پوچھتے ہو کہ لحظہ لحظہ
نصیب ان کا بنا رہے ہیں تمہارے ہی صبح و شام کہنا
تمہاری خاطر ہیں میرے نغمے، میری دعائیں تمہاری دولت
تمہارے درد و الم سے تر ہیں مرے سجود و قیام کہنا

اور اس کے ساتھ ساتھ یقین اور عزم کے ساتھ آنے والے اچھے دنوں اور ایک جہانِ نو کی بشارتیں بھی دی جارہی تھیں کہ:

تمہیں مٹانے کا زُعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا
بساطِ دنیا الٹ رہی ہے حسین اور پائیدار نقشے
جہانِ نو کے ابھر رہے ہیں بدل رہا ہے نظام کہنا
کلید فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسماں پر
نشانِ فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

پھر جلسہ سالانہ کے وہ دن بھی آتے ہیں جو کبھی ربوہ کے گلی کوچوں کو شاد ماں کر دیتے تھے۔ مگر اب وہ ایک بدیس آشیاں کو غم سے بھر دیتے ہیں۔ فضاؤں میں اُڑتے ہوئے قافلے دور دیسوں سے آکر اُس کے آنگن میں اترتے ہیں مگر کچھ ایسے پرشکستہ بھی ہیں جو پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ان کے لئے اس کا شاعر دل اداس ہو جاتا ہے اور کہتا ہے:

آئے وہ دن کہ ہم جن کی چاہت میں
گنتے تھے دن اپنی تسکینِ جاں کے لئے
پھر وہ چہرے ہویدا ہوئے جن کی
یادیں قیامت تھیں قلبِ تپاں کے لئے
پیار کے پھول دل میں سجائے ہوئے
نورِ ایماں کی شمعیں اٹھائے ہوئے
قافلے دور دیسوں سے آئے ہوئے
غمزدہ اک بدیس آشیاں کے لئے
دیر کے بعد اے دور کی راہ سے آنے
والو! تمہارے قدم کیوں نہ لیں
میری ترسی نگاہیں کہ تھیں منتظر اک
زمانے سے اس کارواں کے لئے
تم چلے آئے میں نے جو آواز دی
تم کو مولیٰ نے توفیقِ پرواز دی

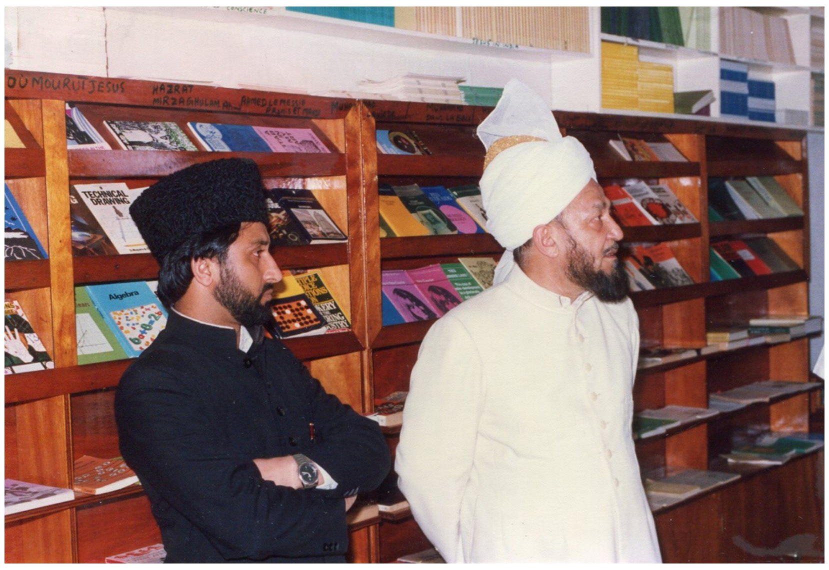

پر کریں پر شکستہ وہ کیا جو پڑے
رہ گئے چشمکِ دشمناں کے لئے
حبس کیسا ہے میرے وطن میں جہاں
پا بہ زنجیر ہیں ساری آزادیاں
ہے فقط ایک رستہ جو آزاد ہے
یورشِ سیلِ اشکِ رواں کے لئے

اس عظیم فقیر توحید پرست کے سیلِ اشکِ رواں کی یورشِ طوفاں نظیر کس طرح دعاؤں میں ڈھلی اور کس طرح عملاً سنگدل فرمانرواؤں کے بے رحم اور سنگلاخ فیصلوں کے ساتھ جیل خانوں کی آہنی دیواروں کو بھی بہاکر لے گئی، ایک طویل داستان ہے۔ جو اپنی جگہ پیش ہوگی لیکن وہ کیفیتِ دردِ دل کیا تھی اور وہ طوفاں نظیر یورشِ دعا کیا تھی؟ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جو درد سسکتے ہوئے اشکوں میں بھرا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جدائی میں پلا ہے
ہیں کس کے بدن دیس میں پابندِ سلاسل
پردیس میں اک روح گرفتارِ بلا ہے
کس دن تم مجھے یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روزِ قیامت ہے! کہ اک حشر بپا ہے
یارب یہ گدا تیرے ہی در کا ہے سوالی
جو دان ملا تیری ہی چوکھٹ سے ملا ہے
گم گشتہ اسیرانِ رہِ مولا کی خاطر
مدت سے فقیر ایک دعا مانگ رہا ہے
جس رہ میں وہ کھوئے گئے اس رہ پہ گدا
ایک کشکول لئے چلتا ہے لب پہ یہ صدا ہے
خیرات کر اب ان کی رہائی مرے آقا! کشکول
میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے
میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں کا کسی سے
میں تیرا ہوں، تو میرا خدا میرا خدا ہے

آفاقیت

آپؒ کے کلام کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں آفاقیت پائی جاتی ہے کیونکہ وہ ایسے دل سے پھوٹتا ہے جو نہ مشرقی تھا نہ مغربی۔ اس میں عالمگیر جذبوں کی لَو ہے جو دعوت و پیامِ اسلام کی طرح افق تا افق ہے۔ چنانچہ وہ اگر پاکستان کے لئے چکار دکھاتی ہے تو بوسنیا اور انڈونیشیا کے لئے بھی روشنی مہیا کرتی ہے۔ اس کی تابش اگر اپنے احمدیوں کے لئے

راہیں روشن کرتی ہے تو دوسروں کے لئے بھی پرکاشی ہے۔ وہ بلا رنگ و نسل اور مذہب وملت تمام پر یکساں نور فگن ہے۔

انقلاب خیزی

آپؒ کے کلام کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ محض شاعری کی غرض کے لئے شاعرانہ سخن نہیں ہے بلکہ ایک ایسے میر کارواں کا پیام ہے جو ایک جارحانہ رَوِش پیش قدمی پر یقین رکھتا ہے اور آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا کلام بھی اپنے قبیلے کو سریع سرعت کے ساتھ پیش قدمی، بلند حوصلگی اور غلبے کی منازل کے حصول کے لئے عزم و اقبال عطا کرتا ہے۔ چونکہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ ایک انقلاب روزگار لیڈر ہیں۔ آپؒ کے شعر کے اسلوب اور آہنگ میں حیات افروز پیغام ہے اور اس میں جماعت کے ہر طبقے کے افراد کے دل دھڑکتے ہیں۔ آپؒ ایک سحر خیز شاعر ہیں لیکن آپؒ نے نفرتیں پھیلانے کی بجائے سچائی کے سازوں میں روحانیت کے تاروں پر پیار و محبت اور اخوت و وحدت بڑھانے والے گیت سنائے۔ آپؒ نے کاسہ اشعار میں آبِ زندگی پیش کیا اور دلوں کو روح تابانی سے ہمکنار کیا۔

آپؒ کے محاسنِ کلام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپؒ نے اس کے ذریعہ اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قرآنی احکام کے ترازو میں قوم کو اس کی برائیوں سے آگاہ کر کے نیکیوں کی طرف توجہ اور کشش دلائی ہے۔

مسیحانہ کلام

بالآخر آپؒ کی شاعری کی تاجوری یہ ہے کہ اس میں شعراء کے علم وفن کا رسمی دخل نہیں ہے، بلکہ اس کا خمیر جس نادر چیز سے اٹھا ہے اس پر بھی وہی الہامِ الٰہی سند ہے جو اس دَور کے مسیح ومہدی کے کلام پر تھی کہ

’’در کلامِ تو چیزے است کہ شعراء را در آں دخلے نیست‘‘ (الہام حضرت مسیح موعود)

کہ تیرے کلام میں ایک خاص چیز ہے جس میں شعراء کو دخل نہیں ہے۔ پس آپؒ کی خلافت مسیح موعود کی خلافت ہے تو آپؒ کے شعروسخن کو بھی اسی مسیحانہ شعروسخن کی جانشینی کی جاگ لگی ہے۔ حضورؒ کا اللہ تعالیٰ سے جو تعلق تھا اسی ناتے سے جو کلام زبان پر جاری تھا اس کی بے ساختگی خود گویا ہے کہ وہ کسی چشمہ الوہیت سے جاری ہوا ہے۔ ربوہ میں آپؒ کے آخری جلسہ سالانہ (1983ء) پر پڑھی جانے والی آپؒ کی مایہ ناز اور تاریخ ساز نظم کا ہر شعر اپنے اندر گویا ملاءِ اعلیٰ سے جاری شدہ عظیم الشان پیشگوئی کو سموئے ہوئے تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسی الہام کی طرف اشارہ کر رہا تھا ’’یَأْتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ کَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسٰی‘‘ کہ تجھ پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جیسا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا۔ حضورؒ نے اس نظم میں جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو!
آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی
آہ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رخ
پلٹ جائے گا رُت بدل جائے گی
تم دعائیں کرو یہ دعا ہی تو تھی
جس نے توڑا تھا سر کبرِ نمرود کا
ہے ازل سے یہ تقدیر نمرودیت
آپ ہی آگ میں اپنی جل جائے گی
یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا ساحروں کے مقابل بنا اژدھا
آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دعا سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی
ہے ترے پاس کیا گالیوں کے سوا
ساتھ میرے ہے تائید رب الوریٰ
کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغِ دعا آج بھی اذن ہو گا تو چل جائے گی

اس نظم میں جہاں جماعت پر ظلم ڈھانے والے ظالموں کے لئے انذار کا پہلو ہے وہاں اپنی جماعت کے لئے الٰہی تبشیر کی گھٹائیں بھی امڈتی ہیں۔ بہرحال اس میں جس پیشگوئی کا ذکر تھا، وہ کس شان سے پوری ہوئی یہ ایک الگ داستان جو دنیا نے سنی بھی اور مشاہدہ بھی کی۔ یہ ساری داستان شاہد ہے کہ آپؒ کے کلام میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے کہ عام شعراء کا اس میں دخل نہیں ہے۔

اساتذہ فن کے کلام کا فہم و ادراک

شعروسخن کے عام اور رسمی فن پر بھی حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی دسترس انتہائی ہے۔ عام شعراء کے کلام کی کنہ تک تو اکثر لوگ پہنچ جاتے ہیں۔ مگر استادہائے شعروسخن کے کلام کے سربستہ زاویوں اور کونوں کھدروں میں مخفی رازہائے قلب ونظر کی خبر پانا ہر ایک کی رسائی میں نہیں۔ اس کے لئے فنِ شعر کے گہرے ادراک کے ساتھ نورِ فہم وفراست بھی درکار ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ عطائے الٰہی کے ساتھ ان تمام ہتھیاروں اور صلاحیتوں سے لیس، شاعری کے جملہ اسرار سے آشنا اور اس کے مخفی پہلوؤں سے بھی آگاہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شاعری کے حسن و نکھار سے لذت بھی بلا کی اٹھاتے ہیں۔

جنوری 1981ء کی بات ہے، حضرت شیخ محمد احمد مظہرؒ ربوہ تشریف لائے اور دار الضیافت میں قیام فرما ہوئے۔ آپؒ نے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ سے خواہش کی کہ آ کر مل جائیں۔ اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ اپنا حال بیان فرماتے ہیں:

’’بعض مجالس کے تاثرات پھولوں کی خوشبو کی طرح ہوتے ہیں۔ ان پھولوں کو کھلے ہوئے کچھ دیر گزر جائے تو وہ بات نہیں رہتی۔ مختلف موضوعات پر فارسی کے بلند پایہ شعراء کا منتخب کلام انہوں نے سنایا۔ کئی مرتبہ تو قدم قدم روِش روِش ان کے ساتھ چلتا رہا اور وہ انگلی اٹھا اٹھا کر شعروں کے اس چمن کے مختلف گوشوں کا حسن مجھے دکھاتے رہے۔ جیسے یورپ میں شوکی اور فائزہ کو میں قدرت کے حسین مناظر دکھایا کرتا تھا۔ یا جیسے وُلزے پارک انگلستان میں درختوں کے جھرمٹ سے جھانکتی ہوئی بے حد حسین و دلکش پھولوں کی کیاریاں دیکھ دیکھ کر انہیں متوجہ کرتا تھا کہ دیکھو وہ بھی وہ بھی دیکھو وہ بھی تو دیکھو۔ لیکن شعروں کی دنیا کی اس سیر میں بسا اوقات شیخ صاحب آگے نکل جاتے اور میں کسی ایک شعر کے حسن میں ڈوب کر کھویا جاتا۔ جیسے کسی پھول کا در کھلا دیکھ کر بھنورا اس میں ڈوب جاتا ہے۔ شعر کے اس دریچے کے اس پار مجھے حسن کا ایک جہاں نظر آتا جس کی میں تنہا سیر کرتا رہتا۔ ایسی ہی ایک تنہا سیر کے دوران میں نے سوچا کہ میں بھی تو تضادات کا مجموعہ ہوں، ساتھی ہوں تو تنہائی کو ترستا ہوں۔ تنہائی ملے تو ساتھی ڈھونڈتا ہوں۔ آخر یہ پاگل من چاہتا کیا ہے۔ کسی چیز پر بھی راضی نہیں ہوتا۔ بے چین بچہ ضدی کہیں کا۔ کھلونا نہ ہو تو کھلونے کو روئے، کھلونا دو تو پٹخ کر اس ٹوٹے ہوئے بکھرے ہوئے ٹکڑوں پر واویلا کرنے لگے۔ میں نے سوچا انسان ناشکرا اپنے رب سے ایسا ہی سلوک کرتا ہے۔ تبھی تو بار بار اسے کہنا پڑتا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ زندگی دیتا ہوں تو موت مانگنے لگتے ہو، موت دیتا ہوں تو زندگی کی دُہائی دینے لگتے ہو۔ آخر میری کن کن نعمتوں کی تم تکذیب کرتے چلے جاؤ گے۔

پس ایسے کئی بار ہوا کہ میں کسی ایک پھول کی سیر میں کھویا گیا اور شیخ صاحب آگے نکل گئے اور پھر مجھے پیچھے مُڑ کر اس طرح آوازیں دے کر بلایا جیسے بچہ سیر کے دوران پیچھے رہ جاتا ہے تو ماں باپ ٹھہر ٹھہر کر اسے بلاتے رہتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آج سیر کرانے والے نے زیادہ سیر کی یا اس نے جسے سیر کروائی جارہی تھی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایسا پیارا شعر انہوں نے سنایا تو اس کی سیر میں جو کھویا گیا تو بہت دور نکل گیا۔ ادھر شیخ صاحب سارے چمن کی سیر کر کے مجھے ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے تو وہیں ملا جہاں مجھے چھوڑ کر گئے تھے۔‘‘

یہ واقعہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے ذوقِ شعر کی پاکیزگی اور ادراک کی رفعت کا عکاس ہے۔ جس گہرائی اور سچائی کے ساتھ آپؒ مشکل سے مشکل ترین شعر کی تہہ میں آسانی سے اتر کر سیراب ہو لیتے تھے، یہ آپؒ ہی کا مقسوم تھا۔ اس میدان میں آپؒ یکتا ہیں۔

(باقی کل ان شاء اللہ)

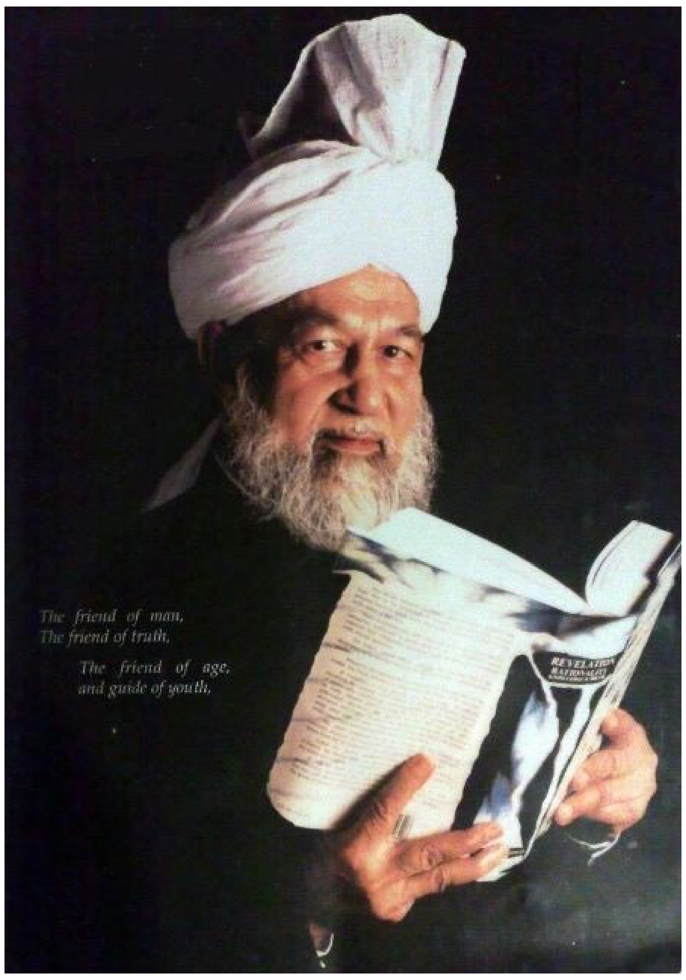

ایڈیٹر کے نام خط

یوم مسیح موعودؑ کے شمارہ جات پر ایک نایاب تبصرہ

• مکرمہ مبارکہ شاہین۔ جرمنی سے لکھتی ہیں

روزنامہ الفضل پڑھ کر ویسے تو روز ہی دل چاہتا ہے کہ اسکے مضامین کے بارہ میں تبصرہ لکھا جائے۔ اتنے خوبصورت اور بے مثال مضامین ہوتے ہیں کہ پڑھ کر قاری داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن بس اپنی ہی کم مائیگی آڑے آتی ہے۔ بلاشبہ اس میں آپ کی ذاتی محنت کا بھی بہت حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مقبول خدمت دین کی توفیق سے نوازتا رہے۔ ہمارے پیارے الفضل کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی سے نوازے، آمین۔
یہ خط خاکسار بطور خاص آپ کو یوم مسیح موعودؑ کے حوالے سے جو خوبصورت مضامین پڑھنے کو ملے، ان کو مدنظر رکھ کر لکھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام زمین کے کناروں تک پہنچا ہے۔ بہت ہی حیرت انگیز مضامین تھے جن کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوا۔ مکرم عبد السمیع خان کا مضمون بھی اس سلسلہ میں بہت ایمان افروز تھا۔ زمین کے کناروں پر جو ممالک سمجھے جاتے ہیں، واقع میں بعض کے تو نام بھی پہلی دفعہ ہی سنے ہیں۔ بہت شاہکار مضامین تھے، ہر ملک میں خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشانات، جماعت کے حق میں نظر آتے ہیں۔
مائکرونیشیا میں جماعتی مشن کا قیام، پوناپے جزیرہ پر مشن، مایوٹ آئی لینڈ میں احمدیت، فجی، میانمار، ہنڈورس، ساموا جزیرہ، مارشل آئی لینڈ، اسکاٹ لینڈ، امریکہ، کینیڈا، آئرلینڈ، ماریشس وغیرہ میں قیام احمدیت کے، اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے حیرت انگیز واقعات پڑھنے کو ملے۔ کیریباس میں آغاز احمدیت کا واقعہ بھی انتہائی ایمان افروز ہے۔ نوجوان مربیان کے توکل علی اللہ اور تبلیغ کے واقعات آج کی دنیا پڑھے تو ششدر رہ جائے۔ خدا تعالیٰ آج بھی کیسے معجزانہ رنگ میں اپنے پیاروں کی دعائیں قریب ہو کر سنتا ہے، ان ممالک میں احمدیت کا پودا کیسے لگا، یہ پڑھ کر پتہ چلتا ہے۔ طوالو میں ڈاکٹر ایاز صاحب کا بظاہر نوکری کے سلسلہ میں تقرر کیسے پیارے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تڑپتی ہوئی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ جاپان میں مکرم محمد اویس کو بایاشی کا جاپان سے رائے ونڈ اور پھر ربوہ جا کر قبول اسلام احمدیت کا واقعہ انہی ایمان افروز واقعات کی ایک کڑی ہے۔ زائن کمپلیکس اور مسجد فتح عظیم کا سنگ بنیاد، آسٹریلیا کے تناظر میں پروفیسر کلیمنٹ ریگ، صوفی حسن موسیٰ صاحب اور دیگر بزرگوں کے احمدیت کا پودا لگانے کے واقعات بھی ہم سب کے لئے بہت قابل عمل ہیں۔
بہت نئی نئی معلومات بھی ان مضامین کو پڑھنے سے ملیں۔ مثلاً جزائر مالٹا میں اکثر نام عربی طرز پر ہیں۔ زبان بھی عربی سے ملتی جلتی ہے۔ آپ کا اداریہ ان تمام موضوعات پر شاہکار تھا۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ تحریر تھی۔ اللہ تعالیٰ محض اور محض اپنے فضل و کرم سے اپنے دین کو سب دنیا پہ پھیلا دے۔ ہمیں بھی اور سب دنیا کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے دین پہ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

نوٹ از ایڈیٹر:۔ یہ محض اور محض اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے جس نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں، آپ کی دعاؤں کے ساتھ نیز ممبران بورڈ الفضل، ممبران و ممبرات کمپوزنگ ٹیم اور نمائندگان کی انتھک محنت سے آٹھ دنوں میں 128 صفحات پر مشتمل 23 ممالک و جزائر میں احمدیت کا قیام اور اس کا تعارف کروانے کی ادارہ کو توفیق ملی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
ادارہ الفضل نے دنیا کے کناروں کی جو فہرست تیار کی ہے وہ 80 کے قریب ممالک و جزائر ہیں جن پر حضور ایدہ اللہ کی اجازت اور دعاؤں سے کام جاری ہے۔ ایسے تمام احمدی احباب و خواتین و نمائندگان الفضل آن لائن جو ایسے علاقوں، ممالک اور جزائر میں رہتے ہیں جو کسی نا کسی طرح دنیا کا کونا ہے اور وہاں احمدیت قائم ہے وہ مضامین لکھ کر بھجوائیں تا آئندہ اس عنوان سے دوسری قسط پر مشتمل شمارہ جات نکالے جا سکیں۔ وباللہ التوفیق

• مکرم بلال احمد آصف لکھتے ہیں:

الفضل کی پوری ٹیم کا بیحد شکر گزار ہُوں۔ اتنے اچھے، معلوماتی اور بہترین مضامین روزانہ پڑھنے کو ملتے ہیں۔ الفضل پڑھنا اب روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ الفضل کے ذریعے حضور انور کے بابرکت اقتباسات اور مضامین سے استفادہ ہو جاتا ہے۔ انیس رئیس صاحب 30 مارچ کے شمارے میں طبع شدہ مضمون ''رویت ہلال'' بہت بہترین تھا۔ بہت informative تھا۔ احادیث اور اقتباسات سے بہت معلومات حاصل ہوئیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

• مکرمہ امتہ الباری ناصر۔ امریکہ سے لکھتی ہیں:

پہلے حجاب پھر کتاب والا مضمون بہت اعلیٰ ہے۔ جزاك الله خیراً۔ خاص طور پر غلاف سے جو نکتہ آفرینی کی ہے متأثر کرتی ہے۔ پاکستان میں رہتے ہوئے اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ حجاب کے احکام کا اعادہ کتنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ احمدی عورت کو وقار، عزّت اور حیا سے رہنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

بقیہ: تبلیغ میں پریس اور میڈیا...... از صفحہ 9

الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (المائدہ: 16)

حضور انور نے اس آیت کی تشریح کے بعد فرمایا کہ جمعہ کی ایک اہمیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ یہ میرے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے انسان خدا تعالیٰ سے برکتیں حاصل کرتا ہے اور اس طرح آپ کا قدم جنت کی طرف بڑھے گا۔

حضور نے سورۃ رحمٰن کی آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ بھی پڑھی۔ آپ نے فرمایا ایک جنت تو آخرت میں ہے لیکن ایک جنت انسان کو اس دنیا میں بھی ملتی ہے اور اس کے لئے مسلسل جہاد کرنا پڑتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تقویٰ اور جہالت بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ تقویٰ کی کنہ تک پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے یہ بھی ممکن نہیں ہو سکے گا کہ جہل اور تقویٰ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور ایک حقیقی مومن کا فرض ہے کہ وہ مستقل طور پر اعمال صالحہ بجا لاتا رہے اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہے کہ وہ اسے تقویٰ کی راہوں پر چلائے اور پھر وہ تقویٰ کو اپنے روزمرہ کے اعمال میں بڑھائے اور حسنات دنیا سے وافر حصہ پائے۔ اس ضمن میں امام مرزا مسرور احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) نے سورۃ الاسراء اور سورۃ البقرہ کی آیات بھی تلاوت کیں۔ جن میں انسان کو حسنات اختیار کرنے اور دنیوی عذاب اور عذاب النار سے بچنے کی تلقین اور دعا کرتے رہنا چاہئے۔ انسان اس دنیا میں بھی آگ کے عذاب سے گزرتا ہے جس کی مثال جنگیں بھی ہیں، حسرتوں اور حسد کی آگ بھی ہے۔

انسان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچان سکے اور اس کی ربوبیت سے حصہ لے سکے جب تک وہ دوسرے ارباب کی محبت دل سے نہ نکال دے اور ان کو جو عظمت اور عزت دیتا ہے اسے بکلی دل سے نکال کر ایک خدائے واحد اور رب کی طرف نہ آجائے۔

مومن کو یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اے اللہ ہمیں ہر قسم کی آگ سے بچا۔ خواہ اس دنیا کی آگ ہو جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یا آخرت کی آگ کا عذاب ہو۔

آخر میں لکھا ہے کہ اگر مزید معلومات حاصل کرنی ہوں تو دیئے گئے فون نمبر پر مسجد بیت الحمید سے رابطہ کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔

(باقی اگلے بدھ ان شاء اللہ)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ :وسیم احمد چوہدری۔ نمائندہ ایسوسی ایشن۔ یو کے

تعلیم الاسلام کالج اولڈ اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ یو کے کا سالانہ اجلاس وعشائیہ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ یو کے کا سالانہ اجلاس و عشائیہ مورخہ 26مارچ 2022ءبروز جمعرات، طاہر ہال بیت الفتوح۔ یو کے میں بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔

مکرم عبد المنان اظہر چئیر مین عشائیہ کمیٹی، اور مکرم ظہیر احمد جتوئی سیکریٹری تقریبات نے اس پروگرام کی کامیابی کے لئے بہت محنت کی۔ مکرم رانا عرفان شہزاد سیکریٹری اسپورٹس نے دلچسپ کھیلوں کا انعقاد کیا۔

نظامت کے فرائض محترم رانا عبد الرزاق خان نے ادا کئے۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو کہ مکرم سید نصیر احمد نے کی۔ اسکے بعد خاکسار وسیم احمد چوہدری نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا۔

بعد ازاں ایسوسی ایشن کے صدر محترم مبارک صدیقی نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور توقعات کے مطابق مقبول خدمت دین اور خدمت خلق کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم مبارک صدیقی نے کہا کہ ہر چند ہماری ایسوسی ایشن کی تعداد بہت مختصر سی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقت سے ایسوسی ایشن کے ممبران بہت فعال ہیں اور سب کو خدمت خلق کی بھی توفیق مل رہی ہے۔

اسکے بعد جنرل سیکریٹری صاحب نے سال بھر کی رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ دوران سال بیس ہزار پاونڈ کی رقم مستحق طلبا کی مدد کے لئے بجھوائی گئی۔

سیکریٹری فنانس مکرم عبد المنان اظہر نے حاضرین کو بتایا کہ ایسوسی ایشن کی طرف سے بنایا گیا مسرور احمدیہ کالج برکینا فاسو پایہ تکمیل تک پہنچ گیا ہے۔ اسی طرح ہماری ایسوسی ایشن کی طرف سے بنایا گیا ساو ٹومے پرائمری اسکول بھی شروع ہو چکا ہے۔ جہاں دو سو پچاس بچے تعلیم پا رہے ہیں۔

اس کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب منعقد ہوئی۔ محترم عطاء المجیب راشد صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔

اس کے بعد تقریب کے صدر و مہمان خصوصی مکرم عطاء المجیب راشد امام مسجد فضل لندن نے مختصر خطاب کرتے ہوئے ایسوسی ایشن کی مساعی کو بے حد سراہا کہ چھوٹی سی تعداد کے باوجود ممبران نے ایک اسکول اور ایک کالج بنا لیا ہے۔ آپ نے ممبران کو دعاؤں سے اور قیمتی نصائح سے بھی نوازا کہ کس طرح اس ایسوسی ایشن کو مزید فعال بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد مکرم امام صاحب نے دعا کروائی۔ دعا کے بعد حاضرین کی خدمت میں ڈنر پیش کیا گیا جو کہ محترم مرزا عبد الرشید سیکریٹری ضیافت اور آپکی ٹیم نے نہایت محنت اور خلوص سے تیار کیا تھا۔

یاد رہے کہ باقاعدہ اجلاس سے قبل نمائشی کرکٹ، باسکٹ بال اور بیت بازی کے مقابلہ جات بھی کروائے گئے۔ کرکٹ میں خاکسار وسیم چوہدری اور باسکٹ بال میں مکرم فرید احمد ڈوگر اور مرزا عبد الباسط نے بطور بہترین کھلاڑی انعامات حاصل کئے۔ بیت بازی کے مقابلے میں مکرم مرزا عبد الباسط اور مکرم آصف علی پرویز کی ٹیمیں برابر رہیں۔ یاد رہے کہ کورونا کی وجہ سے حفاظتی تدابیر کا بہت خیال رکھا گیا تھا۔ ہال میں داخلے سے قبل ٹمپریچر چیک کیا جا رہا تھا۔ مہمان مناسب فاصلے پر بیٹھے تھے اور اسٹیج سے بار بار اعلان ہوتا رہا کہ ہاتھ ملانے کی بجائے فاصلے سے ہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ دیا جائے۔ احتیاطی تدابیر کے پیش نظر اس سال گروپ فوٹو بھی نہیں لیا گیا۔ تقریب میں شاملین کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

گری پڑی چیز

کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کی قیمتی اشیاء گم ہو جاتی ہیں مثلاً سڑک، فٹ پاتھ، مال، اسٹور و آفس وغیرہ میں گر جاتی ہیں۔ اگر گری پڑی کوئی چیز ملے تو متعلقہ اداروں یا مال کی کسٹمر سروس انتظامیہ، پولیس اسٹیشن یا گیس اسٹیشن وغیرہ پر دے دی جائے تا کہ ڈھونڈنے پر گمشدہ مال مالک تک بحفاظت پہنچ جائے۔ یہ سنت رسولؐ بھی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ کسی آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ اگر مجھے گری پڑی کسی کی تھیلی میں چاندی مل جائے آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کا ظرف اس کا بندھن اس کی تعداد اچھی طرح محفوظ کر کے ایک سال تک اس کی تشہیر کرو اس دوران اگر اس کا مالک آجائے تو اس کے حوالے کر دو ورنہ وہ تمہاری ہو گئی۔

(مسند احمد)

مرسلہ: ناصرہ احمد۔ کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

13 اپریل 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:45	18:39
مدینہ منورہ	04:42	18:43
قادیان	04:38	18:56
ربوہ	04:18	18:36
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:43	19:55

فقہی کارنر

روزہ کی اہمیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ابن آدم کا ہر عمل اُس کے لئے ہوتا ہے سوائے روزہ کے۔ کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اُس کا بدلہ ہوتا ہوں اور روزے ڈھال ہیں اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دِن ہو تو وہ کوئی فحش بات نہ کرے اور نہ شور وغل کرے۔ اور اگر کوئی اُس کو گالی دے یا اُس سے لڑے تو چاہئے کہ وہ یہ کہہ دے: میں روزہ دار شخص ہوں۔ اور اُسی ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! یقیناً روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُوئے مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ (پہلی خوشی) اُس وقت ہے جب کہ وہ افطار کرتا ہے اور (دوسری) جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہو گا۔

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذاشتم)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)